

ان الفضل اللہ بیید یوتید من یشاء عسی ان یتبعنک کربک مقاما قوما

رجسٹرڈ وائل نمبر ۸۳

The ALFAZL

QADIAN  
الفضل  
قادیان  
ہفتہ میں دو بار

قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

فی پوچرا

مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۲۵ء  
شعبہ مطبوعہ ۳۱ جولائی ۱۹۲۵ء  
نمبر ۱۶

قیمت پینے سالانہ  
شش ماہی  
تین ماہی  
نصف سالہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے درس قرآن میں شمولیت

## المسیح

کلام الہی کو سیکھنا اور اس کے علوم سے آگاہ ہونا ایک ایسی سعادت ہے جس کے حصول کے لئے مومن کو ہر ممکن کوشش سے دریغ نہیں کرنا چاہیے۔  
پس احباب کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے درس میں جو ۸ اگست ۱۹۲۵ء سے انشاء اللہ العزیز شروع ہوگا شامل ہونیکلی پوری پوری کوشش کرنی چاہیے اور نہ صرف خود بلکہ اپنے غیر احمدی اعزہ واقارب اور دوست احباب کو بھی جن سے آپ کو بہرہ دہی ہے شامل کرنا چاہیے۔ تا وہ قرآنی حقائق و معارف سے آگاہ ہو کر مستفید ہو سکیں۔ اور اپنے وجود کو اسلام اور مسلمانوں کیلئے مفید بنا سکیں۔ نیز ان غیر مسلم احباب کو بھی جو صداقت اور راہ راست کے متلاشی ہوں۔ ساتھ لانے کی سعی کرنی چاہیے۔  
چیا کہ اطلاع دی جا چکی ہے۔ درس سورہ یونس سے شروع ہوگا۔ اور حضرت اقدس کوشش فرمائیں گے۔ کہ ایک ماہ کے عرصہ میں دس پاروں کا درس مکمل ہو سکے۔

گذشتہ پرچہ میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کے حرم نالت شہ سارہ بیگم صاحبہ کے متعلق جو یہ لکھا گیا تھا کہ آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ادیب کا امتحان دوسرے نمبر پر پاس کیا ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ آپ زنا نہ امیداروں میں ادل نمبر پر ادرکل یونیورسٹی میں چوتھے نمبر پر پاس ہوئی ہیں۔ اخبار پریس میں جا چکا تھا۔ کہ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب نے ڈیپوزی سے بذریعہ تار اطلاع دی۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز انشاء اللہ العزیزہ ۱۸ اگست بعزم دارالامان ڈیپوزی سے روانہ ہو جائیں گے۔ اس لئے نزدیک کے مقامات کے احباب اس کے بعد اور دور کے احباب کو حکم کے بعد کوئی خط ڈیپوزی کے پتہ پر ارسال نہ کرنا چاہیے۔

# مولوی محمد علی صاحب کی زبانی ایک تعلیم یافتہ نوجوان سے استوائی مکالمہ

مولوی محمد علی صاحب نے اپنے خطبہ جمعہ مندرجہ  
”پیغام صلح“ ۸ مئی میں یہ دعویٰ کیا تھا۔

”میں تو اس کا قائل ہوں۔ اور اسی کے نقش قدم  
پر چلنے کے لئے تیار ہوں۔ جس پر مسجد میں یہ اعتراض ہوتا ہے  
کہ اسے عمر تم نے کرتے کہاں سے بنوایا۔ تمہیں بیت المال سے  
ایک چادر ملی تھی۔ جو کرتے کہے لئے ناکافی تھی۔ جب تک تم  
اس کے متعلق ہمارا اطمینان نہ کرو گے۔ ہم تمہاری بات نہیں  
مانیں گے۔“

اس پر ہم نے مولوی صاحب کی پارٹی کے ایک مفکرین  
ملک محمد امین صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کا ایک واقعہ  
پیش کر کے دریافت کیا تھا۔ کہ جب مولوی صاحب کو حضرت عمر  
ؓ کے نقش قدم پر چلنے کا اس قدر دعوے ہے۔ تو کیوں  
انہوں نے ملک صاحب کو اسی مسجد میں جس میں یہ دعویٰ  
کیا گیا تھا تقریر کرنے سے جبراً روکا۔ اور ایسے استوائی  
طریق سے روکا۔ کہ ملک صاحب کو لکھنا پڑا۔

”مجھ کو ایسے بزرگ نے روکنے کی کوشش کی جو شریعت  
اور آداب مجلس سے خوب واقف ہیں۔ اور جن سے ہم حضرت  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثالیں آئے دن سنتے رہتے ہیں۔“  
جناب مولوی صاحب ہمارے دریافت کرنے پر بھی  
مہربان ہی رہے۔ اور ”پیغام صلح“ نے بھی خاموشی ہی رہنا مناسب  
سمجھا۔ البتہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے توجہ کی۔ مگر وہ  
بھی ادھر ادھر کی چند بے سرو پا باتیں لکھ کر اور اپنے ”مولانا“  
کی ”وسیع قلبی“ کے راک گا کر چلتے تھے۔ راک و رنگ سے  
انہیں فطرتی تعلق ہی سہی لیکن کہنا پڑتا ہے۔ انہوں نے بہت  
بے سُر راک گایا۔ اور سچا رہے کرتے بھی کیا۔ جبکہ صحیح اور  
اصل واقعہ کو چھپا لیتا ان کے بس کی بات ہی نہ تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے اس واقعہ کے متعلق جو کچھ لکھا۔ وہ یہ  
ہے کہ وہ ملک محمد امین صاحب (ایک مذہبی مسئلہ کو زیر بحث لانا  
چاہتے تھے۔ جمعہ کے بعد مجلس منتظمہ کا اجلاس تھا۔ مولوی صاحب  
نے ملک صاحب کو یہی فرمایا۔ کہ ایک لمبی بحث ہے۔ اور بار بار  
جماعت میں یہ مسئلہ زیر بحث آچکا ہے۔ اس کے لئے کوئی اور  
وقت مقرر کیجئے۔ اس وقت مجھے فرصت نہیں۔ میں مجلس میں  
جبار ہوں۔ اس کو ملک صاحب نے برامتیاً۔ اور اس پر ایک

رسالہ لکھ مارا۔ جس کے جواب میں بھی مولوی صاحب نے یہی  
فرمایا۔ کہ ملک صاحب کو غلط فہمی ہو گئی۔ میں نے روکا نہ تھا  
بلکہ اس مذہبی مسئلہ کو دوسرے کسی ذمہ کے وقت زیر  
بحث لانے کو کہا تھا۔“

## لا علاج پھوٹے کو چہرہ

کس سادگی سے اس معاملہ کو پیشانے۔ اور کتنی معمولی بات  
ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن سوال یہ ہے۔ اگر اتنی ہی  
بات تھی۔ تو ”پیغام صلح“ کے سامنے یہ واقعہ ہوا تھا۔ وہ کیوں  
اس وقت تک خاموشی اختیار رکھے رہا۔ اور کیوں جناب  
ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسٹنٹ سرجن جنم کے سوا  
حاضر الوقت لوگوں میں سے کوئی ایک بھی کچھ لکھنے کی جرات  
نہ کر سکا۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے لئے ”پیغام صلح“ کو کسی  
ڈاکٹر صاحب نے اس خدمات حاصل کرنے کی ضرورت نہ  
تھی۔ اور اگر ضرورت تھی ہی۔ تو پیغام صلح میں ڈاکٹر یوسف  
صاحب اور ڈاکٹر محمد حسین صاحب موجود تھے۔ پھر اسٹنٹ  
سرجن جنم کے سوا کیوں ان میں سے کوئی اس پھوٹے کو  
چہرہ نہ دے سکا۔ اسی لئے کہ وہ اسے لا علاج سمجھتے تھے۔ مگر  
ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو مولوی محمد علی صاحب سے جو تعلق  
ہے۔ اس سے مجبور ہو کر انہوں نے اس میں ہاتھ ڈال دیا۔ ورنہ  
وہ بھی تیار نہ ہوتے۔“

## ”امیر ایڈہ اللہ کی قدر“

ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے۔ کہ ملک محمد امین صاحب ایک  
مذہبی مسئلہ کو زیر بحث لانا چاہتے تھے۔ مگر مولوی صاحب نے  
نہایت محبت اور پیار سے انہیں صرف یہ کہا۔ کہ کوئی اور وقت  
مقرر کیجئے۔ اس وقت مجھے فرصت نہیں۔ میں مجلس میں جارہا  
ہوں۔ اتنی سی بات پر ملک صاحب نے برامتیاً۔ اور ایک  
رسالہ لکھ مارا۔“

ڈاکٹر صاحب نے تو یہ گفت مولوی محمد علی صاحب کی  
”وسیع قلبی“ ثابت کرنے کے لئے لکھی ہے۔ لیکن اس سے  
ظاہر یہ ہوتا ہے۔ کہ ملک محمد امین صاحب ایسے تعلیم یافتہ صحابہ  
کے نزدیک اپنے ”امیر ایڈہ اللہ“ کی قدر چھوٹی کوڑھی جینی  
بھی نہیں ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات تھی۔ جس پر ملک صاحب نے  
اتنا برامتیاً کہ ”ایک رسالہ لکھ مارا“ اور مذہبی مسئلہ جس کا نام  
لینے کی جرات ڈاکٹر صاحب کو بھی نہیں ہوئی۔ غالباً کوئی ایسا  
مسئلہ ہو گا۔ جس پر بحث کرنا اسی وقت ضروری تھا۔ اور جس  
کے لئے کوئی اور وقت مقرر ہی نہ کیا جاسکتا۔ پھر ملک صاحب  
نے اپنے امیر کے اس نہایت معمولی سے ارشاد کو کیوں منظور  
کیا۔ اور کیوں انکے اس عذر کو قابل قبول نہ سمجھا۔ کہ اس وقت مجھے  
فرصت نہیں؟ اس کی وجہ سوا اس کے اور کیا ہو سکتی ہے

کہ ”امیر ایڈہ اللہ“ کی کچھ بھی وقعت نہیں سمجھی جاتی۔  
ملک محمد امین صاحب کے اخلاق پر حملہ  
پھر ڈاکٹر صاحب کے بیان کو درست تسلیم کرنے سے جہاں  
”لاہوریوں“ میں مولوی محمد علی صاحب کی بے وقعتی کا پورا پورا  
ثبوت بنتا ہے۔ وہاں ملک محمد امین صاحب کے اخلاق پر بھی  
صاف حملہ نظر آتا ہے۔ گویا ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ملک صاحب  
اتنے چھچھو سے ہیں۔ کہ ایسے موقع پر بھی جبکہ ”حضرت امیر ایڈہ اللہ“  
خاص طور پر ان کے لئے اپنی ”وسیع قلبی“ کی تائید کر رہے تھے  
اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ”آفرین ہے مولانا کی اس وسیع قلبی“  
پر ”لکھنا ان کا دل بڑھا رہے تھے۔ انہوں نے ”مولانا کی نہایت  
محبت اور پیار کی باتوں پر برامتیاً۔ اور وہ بھی معمولی طور پر نہیں  
بلکہ اظہار ناراضگی کے لئے ایک رسالہ لکھ مارا۔ اس پر بھی مولوی  
صاحب نے صرف یہی فرمایا، کہ صرف ملک صاحب کو غلط فہمی  
ہو گئی۔ میں نے روکا نہ تھا۔ بلکہ اس مذہبی مسئلہ کو دوسرے کسی ذمہ  
کے وقت زیر بحث لانے کو کہا تھا؟ ایک ایم۔ اے۔ اور ایل۔ ایل۔  
بی کے متعلق یہ کہنا کہ وہ روکنے اور دوسرے وقت زیر بحث  
لانے کے لئے لکھنے میں فرق نہ کر سکا۔ اور اسے غلط فہمی ہو گئی۔  
اس کی سمجھ اور عقل پر اتنا بڑا حملہ اور اس کی قابلیت اور ذہنیت  
کی اتنی بڑی ہتک ہے۔ کہ غیر نمند انسان لئے قطعاً برداشت  
نہیں کر سکتا۔ لیکن ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو اس سے کیا عرض  
کہ ایک گریجویٹ اور وکالت کی اعلیٰ ڈگری یافتہ کے علم و عقل  
پر حرف آئے۔ وہ اخلاق سے گرا ہوا ثبات ہو۔ انہیں تو اپنے  
”حضرت مولانا“ کی ”وسیع قلبی“ کا ثبوت دینا ہے۔

ڈاکٹر صاحب تو اس بات کے لئے سارا زور لگا چکے۔ ملک  
محمد امین صاحب ایم۔ اے کے علم و اخلاق کو بھی نہایت بدنام  
نہانہ میں پیش کر چکے۔ اور اپنے خیال میں انہوں نے ملک  
محمد امین صاحب کے ”رسالہ لکھ مارنے“ کا پورا بدلہ لیا  
لیکن انصاف کا یہ تقاضا ہے۔ کہ اس معاملہ کے متعلق ملک  
صاحب کا بیان بھی سن لیا جائے۔ اور دیکھ لیا جائے۔ انہوں  
نے رسالہ میں کیا لکھا۔ جسے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے ”لکھ مارا“  
کہا۔ اور ڈاکٹر صاحب کے بیان کی اس سے کہاں تک تصدیق  
ہوتی ہے۔“

## ملک صاحب کا بیان

ملک صاحب اپنے رسالہ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں  
کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔  
”مجھے افسوس ہے۔ کہ پچھلے جمعہ میں آپ لوگوں تک وہ باتیں  
واقع طور پر نہ پوچھا جاسکا۔ جو میں آپ صاحبان کے لئے نہایت  
ہی ضروری سمجھتا تھا۔ کوشش کی گئی۔ کہ مجھ کو جسمانی زور سے  
تقریر کرنے سے روک دیا جائے۔“

در جسمانی زور سے روکنے کی تشریح کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔ "اسی طرح سے مولانا محمد علی صاحب نے مجھے روکنے کی کوشش کی۔ جس طرح موچی دروازہ کے باغ میں ہمارے مولانا کو موچی دروازہ کے لوگوں نے شور مچا کر لپیٹ دینے سے روک دیا۔ موچی دروازہ کے لوگوں سے مولانا کی تشبیہ اپنے اندر بہت وسیع مطالب رکھتی ہے۔ اور اس سے حقیقی لطف دی لوگ حاصل کر سکتے ہیں۔ جو موچی دروازہ کے ایسے لوگوں کی حرکات سے واقف ہیں۔"

**غلط فہمی کا عذر نامعقول**

اب ڈاکٹر صاحب کی بات کو درست تسلیم کیا جائے۔ جو یہ کہتے ہیں۔ "مولوی صاحب نے ملک صاحب کو یہی فرمایا۔ کہ یہ ایک بسی بخت ہے۔ اور بارہا جماعت میں یہ مسئلہ زیر بحث آ چکا ہے۔ اس کے لئے کوئی اور وقت مقرر کیجئے! یا ملک صاحب کا بیان صحیح سمجھا جائے۔ جو مولوی صاحب کے جسمانی زور کا نشانہ بن چکے ہیں۔ بہر حال اسی کی بات کو ترجیح دینا پڑے گی جو مبتلائے مصیبت ہوا۔ اور وہی حمدی کا مستحق ہے جس کے سر پر زور آزمانی کی بلاناہل ہونی۔ پس ڈاکٹر صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کا جو یہ بیان پیش کیا ہے۔ کہ "ملک صاحب کو غلط فہمی ہو گئی۔ میں نے روکا نہ تھا۔ کسی صورت میں بھی قابل تسلیم نہیں ہے۔ بخت سے بات کرنے اور جسمانی زور استعمال کرنے پر تو ایک فوہہ پیٹے۔ پھر کو بھی غلط فہمی نہیں ہو سکتی۔ کجا یہ کہ ایک ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کو کہا میں غلط فہمی ہو جائے۔ اور وہ مولوی صاحب کے پیار اور محبت کی نشانی کو جانانی زور کا مترادف سمجھ کر ان کے خلاف شکایت کرنے لگ جائے۔ ڈاکٹر صاحب کو حق ہے۔ اپنے امیر ایدہ اللہ کی وسیع نظری کا جس طرح چاہیں۔ ثبوت دیں لیکن ہذا کچھ تو عقولیت سے کام لیں۔ اور ایسی باتیں تو نہ بنائیں جو عقل و فکر سے قطعاً دور ہوں۔"

**مولوی محمد علی صاحب نے جبر سے کام لیا**

اگر مولوی محمد علی صاحب نے ملک صاحب کو تقریر کرنے سے روکا نہ تھا۔ تو پھر ملک صاحب نے یہ کیوں لکھا۔ "مجھ کو ایسے بزرگ نے روکنے کی کوشش کی۔ جو شہریت اور آداب مجلس سے خوب واقف ہیں۔ اور جن سے ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثالیں آئے دن سنتے رہتے ہیں جب میں نے سامعین سے اجازت لے لی تھی۔ اور سب کے سب لوگ مجھ کو سننے کو تیار تھے۔ تو کیا یہ بہتر نہ ہوتا۔ کہ مجھ کو سن لیا جاتا۔ اور اختلاف پر میری زبرد کر دی جاتی۔ یا قبل اس کے کہ میں شروع ہی کرنا۔ مجھ سے مشورہ کر لیتے۔ کہ بات کو ملتوی کر دیا جائے۔ لیکن تقریر کے دوران میں مجھ کو جبراً خاموش کرنے کی کوشش کی گئی۔ جو کسی طرح سے بھی جائز نہ تھا۔"

ان سطور نے ڈاکٹر صاحب کے بیان کو بالکل ہی نش بر آب ثابت کر دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ مولوی صاحب نے

اس بات کو نہ تو ملتوی کرنے کے لئے کہا۔ نہ یہ فرمایا۔ اس کے لئے کوئی اور وقت مقرر کر لیجئے۔" نہ یہ فرمایا۔ "اس وقت مجھے فرصت نہیں۔" بلکہ جب ملک صاحب نے ان کی موجودگی میں "سامعین" سے اجازت لے کر تقریر شروع کر دی۔ تو مولوی صاحب نے "تقریر کے دوران" میں ان کو روکا۔ جس کا صحت طلب یہ ہے۔ کہ تقریر سے ناراض ہو کر روکا۔ پھر معمولی طور پر نہیں روکا۔ بلکہ "جبراً خاموش" کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ سب لوگ ملک صاحب کی تقریر سننے کے لئے تیار تھے۔

**وسیع اقلی کا دھول**

یہ ہے وہ "وسیع اقلی" جس کا دھول ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بڑے زور سے پیٹ رہے ہیں۔ اور یہ ہے۔ وہ "خیالات کی آزادی" جو مولوی محمد علی صاحب کے صدقے غیر مبایعین کو حاصل ہے۔

**عصمت بی بی ازبے چادری**

باوجود اس کے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں۔ "ابھی یہ معاملہ قادیانی جماعت میں ہوتا۔ تو مقررہ جماعت سے خارج اور بائیکاٹ کر دیا جاتا۔ لوگوں کو بات چیت کرنے سے بھی روک دیا جاتا۔ اور عجب نہیں۔ کہ بعض من چلے طرح طرح سے اس کی دلازاری اور نقصان رسانی کے لئے تجاویز سوچا کرتے لیکن یہاں کسی کو خیال بھی نہیں ہوا۔ بات رنج و فرج ہو گئی۔" اگر کسی کو اس کی شرارتوں کی وجہ سے جماعت سے خارج کرنا قابل اعتراض فعل ہے۔ تو اس کی زد اس بزرگزیادہ خدا پر بھی پڑی جسے اپنا پیشوا ماننے کا غیر مبایعین کو ابھی تک دعویٰ ہے۔ باقی رہا یہ کہ مولوی محمد علی صاحب نے ملک صاحب کو جماعت سے خارج نہ کیا۔ اس کی دقت ان لوگوں کی نگاہ میں ایک ذرہ بھر بھی نہیں ہو سکتی۔ جو مولوی صاحب کی اصل حقیقت اور پوزیشن سے واقف ہیں مولوی صاحب کی حیثیت خود ان کو امیر بنانے والوں کے نزدیک ایک انجن کے پریزیڈنٹ سے زیادہ نہیں ہے۔ اور انجن کے پریزیڈنٹ کو حق ہی کیا ہے۔ کہ کسی کو انجن سے خارج کرے۔ پس اگر وہ اس قسم کی باتوں پر ابو کا گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ وہ بڑے وسیع القلب ہیں۔ اور انہوں نے اپنے ساتھیوں کو "خیالات کی آزادی" دے رکھی ہے۔ بلکہ محض عصمت بی بی ازبے چادری "والاعمالہ" ہے۔ جس بات انہیں اختیار ہی نہیں۔ اور جو ان کی مقدرت میں ہی نہیں۔ اس کے ذکر نے میں ان کی بہادری ہی کیا ہے۔ کسی کو علیحدہ کرنا انجن نے اپنے اختیار میں رکھا ہوا ہے اور وہ آئے دن اس اختیار کو بڑی ذیافتی سے استعمال کرتی رہتی ہے۔ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ "پیغام" میں مولوی محمد احسن صاحب امر وہی کے بیٹے سید محمد یعقوب صاحب کے متعلق علیحدگی کا اعلان شائع ہو چکا ہے۔ یہ وہی سید صاحب ہیں۔ جن کے پاؤں کے نیچے

مولوی محمد احسن صاحب کی زندگی میں یہ لوگ آٹھیں بچھایا کرتے تو ان کی ہر خواہش کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ لیکن مولوی صاحب کی آٹھیں بند ہو جانے پر اس قدر سرد چہری اور تساوت قلبی پر اتر آئے ہیں۔ کہ نہ صرف ان کو اپنی ملازمت سے علیحدہ کر دیا۔ بلکہ اخبار میں بھی اعلان کر دیا۔ کہ کوئی ان سے لین دین نہ کرے۔ پھر مسٹر فضل کریم صاحب کے ساتھ جو افسوسناک سلوک کیا گیا ہے۔ وہ تو ابھی کل کی بات ہے۔

رہی یہ بات کہ یہ معاملہ قادیانی جماعت میں ہوتا۔ تو عجیب نہیں۔ کہ من چلے طرح طرح سے اس کی دلازاری اور نقصان رسانی کے لئے تجاویز سوچا کرتے ہیں۔ بعض من چلے ایسی تجاویز سوچا کرتے یا نہ سوچا کرتے۔ مگر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے "امیر ایدہ اللہ" نے تو قیامت خود دلازاری اور نقصان رسانی کے لئے تجاویز سوچ کر ان پر عمل ہی کر کے دکھا دیا۔ اور ملک محمد امین صاحب پر "جسمانی زور" اور "جبر" استعمال کر کے بتا دیا۔ کہ جن کے امیر حق بات کہنے والے سے ایسا جاہلانہ سلوک روا رکھیں۔ ان کے حاشیہ نشین اور خاکسار وہ جو ان سے رشتہ داری کا فخر بھی رکھتے ہوں۔ کیوں شرفا کی پگڑیاں نہ اچھالیں۔ ان میں ایسے من چلوں کا ہونا یقینی ہے۔ جو دوسروں کی دلازاری اور نقصان رسانی میں لگے رہتے ہیں۔ اور جن کی پہنائی جناب مولوی محمد علی صاحب کرتے ہیں۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نقشہ قدم پر چلنے کا جو دعویٰ وہ کرتے ہیں۔ اس کی حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔

**افضل کا خاتم النبیین**

**ایک غیر احمدی کی رائے**

جناب محمد بخش صاحب حنفی چشتی ایک نمبر ۳۶ شمالی (سرگودھا) تحریر فرماتے ہیں :-

در افضل کا خاتم النبیین نمبر "بہار شکر" یہ قبول ہوا۔ حضرت نبی صلعم مبارک کے شان مبارک میں احمدی فضلاء کے مضامین خاکسار طبقہ انسان کے بیش بہا اور قابل لاکھ لاکھ تحسین کے ہیں۔ گاہ کہ جماعت احمدیہ جملہ فرقہ اسلامیہ میں ترقی اور اشاعت اسلام میں پہلی قطار میں ہے۔ کمال تو یہ ہے۔ کہ ایسا عمدہ قیمتی نمبر ہر کار پرانے خریداروں کو کس طرح مفت دیکر ایسے عظیم خرچ کا افضل اور جماعت نے بار عظیم اٹھایا۔ جزاکم اللہ

جو دوست اس نادر مجموعہ کے دیکھنے کے خواہشمند ہوں۔ انہیں اپنی درخواستیں جلد از جلد ارسال کرنی چاہئیں۔ تا انہیں مایوس نہ ہوں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# ہندوستان کی خبریں

کلکتہ ۲۴ جولائی۔ آل انڈیا مسلم لیگ نے سائمن کمیشن کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے جو یادداشت مرتب کی ہے۔ اس میں حسب ذیل مسائل کو اہمیت دی گئی ہے۔

- ۱۔ حق رائے و ہندگی کی توسیع۔
- ۲۔ ان صوبجات میں جہاں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ نیابت کے سلسلہ میں مسلمانوں کی شکایات کا ازالہ۔
- ۳۔ تعلیمی معاملات میں اقوام کے مفاد کا تحفظ۔

راولپنڈی ۲۳ جولائی۔ کئی روز سے تحصیل راولپنڈی کے کھلے میدان میں ان غریب و بکین کو نکال دیا گیا۔ جو اپنی غریبی اور مفلسی کی وجہ سے تفریحی ٹیکس ادا نہیں کر سکے۔ تحصیل کے پیادوں نے ان کے محلات چار پائیاں اور دیگیاں شیار قرق کر کے نیلامی کے احکام حاصل کر لئے ہیں۔ اور اس طریقہ پر ٹیکس وصول کیا جا رہا ہے۔

کلکتہ ۲۴ جولائی۔ انگلشمن کو معلوم ہوا ہے۔ کہ بیلور کے حادثہ ریل کے سلسلہ میں ایک سٹری اور دیگر دو ملازمین ایسٹ انڈین ریلوے وکٹریٹ کو گرفتار کیا گیا ہے۔

امرتسر ۲۴ جولائی۔ ایک نوجوان مسلمان کی نفس مال روڈ پر ایک بنگلے کے پیچھے پائی گئی ہے۔ یہ نوجوان ایم۔ اے کے امتحان میں تین دفعہ فیل ہوا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس جوان کی موت خودکشی سے واقع ہوئی ہے۔

نئی دہلی ۲۱ جولائی۔ چند دن ہوئے۔ نواب بھوبال پوکھیل رہے تھے۔ تو آپ کو سخت حادثہ پیش آیا۔ او آپ کی ایک ٹانگ از حد شکستہ ہو گئی۔ ڈاکٹر انصاری کو تار دی گیا ڈاکٹر صاحب تار کے آنے پر بھوبال روانہ ہو گئے۔

دہلی ۲۳ جولائی۔ خواجہ حسن نظامی کے خسر کے قتل کے سلسلہ میں ملازم ظہیر کے خلاف جو مقدمہ چل رہا تھا۔ اس میں ایسٹر صاحبان نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے۔ انہوں نے ملازم کو بے قصور نظر کیا ہے۔ اور ان کا بیان ہے۔ کہ یہ کسی مذہبی دیوانے کا کام تھا۔ جو پستول چلانے کے بعد بھاگ گیا۔

بمبئی ۲۵ جولائی۔ بار دہلی کے جھگڑے کو پیش کرنے کے لئے رام چندر مادھو رام بھٹ نے جو بار دہلی کے رہنے والے ہیں۔ گورنر بمبئی کو تار بھیجا ہے۔ کہ میں اٹھارہ ماہ سے جو سرکار بار دہلی کے کسانوں سے لینا چاہتی ہے جمع کرنے کے لئے تیار ہوں۔ بشرطیکہ گورنمنٹ آزادانہ تحقیقات کرے اس سے آپ کی یہ شرط پوری ہو جائیگی۔ کہ تحقیقات کے شروع کئے جانے سے پہلے مالیہ ادا کیا جائے۔

کلکتہ ۲۴ جولائی۔ کابل کے اخبار امان افغان سے معلوم ہوا ہے۔ کہ شاہ امان اللہ خان نے ایک سرکاری مجمع میں اعلان کیا۔ کہ قوم کے نمائندوں کا ایک جرگہ مستقبل قریب میں منعقد کیا جائے گا۔ اس میں سرکاری ملازم شریک ہونگے اور اگر کوئی ملازم سرکار بطور نمائندہ منتخب کیا جائے گا۔ تو جرگہ میں شریک ہونے سے پہلے اس کو ملازمت سے استعفیٰ دینا پڑے گا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تعداد از دو واج بھی مجھ سے اسباب تباہی ہے۔ اور آئندہ جو ملازم سرکاری دوسری شادی کریگا۔ اس کو استعفا داخل کرنا پڑے گا۔ عوام ان کے متعلق جو پہلے ہی دو بیویاں رکھتے ہیں۔ جرگہ کے بعد ایک اعلان کیا جائے گا۔

الہ آباد۔ ۲۶ جولائی۔ یو۔ پی کونسل کے مسلم ارکان اور دیگر ممتاز اور سرکردہ اصحاب نے سائمن کمیشن کے روبرو پیش کرنے کے لئے جو یادداشت مرتب کی ہے۔ آج سائمن کمیشن کے دفتر واقعہ دہلی کو ارسال کر دی ہے۔ یادداشت فلسفیکل پرنسپلز کے ۵۲۵ صفحات پر مشتمل ہے۔

مدراں ۲۶ جولائی۔ ایس۔ آئی ریلوے پر بڑی تالی ابھی تک تشدد سے کام لے رہے ہیں۔ کہ کابا کونم میں ایک سپنجر ٹرین پر پتھر برسائے گئے جس سے گاڑی سخت زخمی ہوا۔ ایک دسے انسپکٹور کو مار دئے جانے کی دھمکی دی گئی قلیوں کے ایک گروہ کا انکار کیا گیا ہے۔ ان کا سراغ ہی نہیں ملتا۔

مدراں ۲۵ جولائی۔ ریلوے یونین جنوبی ہند کی طرف سے تار ہے۔ کہ آج امن و امان ہے۔ اور ٹرینوں کی آمد و رفت میں کوئی مداخلت نہیں کی گئی۔ تو ٹیکورن میں چند دن کے جو فسادات ہوئے۔ ان سے ظاہر ہے۔ کہ نقصان ایک لاکھ سے زیادہ کا ہوا ہے۔

ہندوستان کے محکمہ پوسٹ اور ٹیلیگراف کی رپورٹ بابت ۱۹۲۵ء کا اعلان ہوئی ہے۔ جس میں بتلایا گیا ہے کہ سال زیر رپورٹ میں مختلف ڈاکخانوں میں ایک لاکھ ۱۲ ہزار ۳ سو روپے کے منی آرڈروں اور وی۔ پی پارسلوں کا لین کیا گیا۔ سب زیادہ غنیمت یو۔ پی میں ہوئے۔ اور سب سے کم سندھ اور بلوچستان میں۔

# ممالک غیر کی خبریں

منچسٹر گارڈین کا نامہ نگار مقیم آستانہ رقمطراز ہے کہ ترکی کے اندرونی علاقوں میں زراعت کے جدید اور علمی طریقے سرعت سے رائج ہوتے جا رہے ہیں۔ ان دیہات میں جدید قسم کاہل اور دیگر آلات کثرت سے فروغ پانے لگے ہیں۔ اور کھیتوں میں خود کام کرنے والے آلات استعمال کئے جا رہے ہیں۔

لندن ۲۴ جولائی۔ فوجوں نے غدر کر دیا۔ اور اسے عالمگیر صورت دینے کی کوشش کی۔ لیکن گورنمنٹ نے فوجیوں کے سرکوں پر قبضہ کر لیا۔ تو پ خانہ کی مدد سے باغیوں پر گولیاں برسائی گئیں۔ بہت سے آدمی ہلاک و زخمی ہوئے۔ چند افسر بھی مارے گئے ہیں۔

کاسٹلس سکرچیون امریکہ کی ایک اطلاع منظر ہے۔ کہ یہاں اس قدر اگلے برسے ہیں کہ جس سے شہا جانور مر گئے ہیں۔ اولے گنبد کے برابر تھے۔ اور اس زور سے برسے کہ کھیتوں میں چرنے والے مویشی دہیں مر گئے۔ ایک لاکھ بھیریں مر گئیں۔ اس کے علاوہ اور بہت سے مویشی مرے ہیں۔

لندن ۲۴ جولائی۔ بارش کے نہ ہونے کی وجہ سے لندن میں پانی کی قلت محسوس کی جا رہی ہے۔ شہر میں گرمی بہت بڑھتی ہے۔

قاہرہ ۲۴ جولائی۔ کل یہاں ۵۰ آدمی گرفتار کئے گئے۔ مصری سپاہیوں نے طنز ریلوے اسٹیشن پر قبضہ کر لیا۔ اور اس طرح نحاس پاشاکے درود کو شہرت نہ دینے دی۔

لندن ۲۳ جولائی۔ سراسٹن جمیرسن نے دارالعوام میں تین سوالوں کا جواب دیتے ہوئے کہا۔ کہ مجھے کچھ کہنا ہی نہیں ہے۔ مصری پارلیمنٹ اور دستور جانے یا قوم مصری جانے۔ الغرض حکومت برطانیہ کا طرز عمل وہی ہے جو پہلے تھا۔ اس میں کوئی تغیر واقعہ نہیں ہوا۔

لندن ۲۳ جولائی۔ دارالعوام میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ارل ونسٹن نے کہا۔ کہ ناہجہ کے سابق ہمارا جہ کی نظر بندی ایک انسدادی تدبیر ہے۔ اور اس کے کوئی خاص مدت مقرر نہیں کی گئی۔ بشرطیکہ ارل نے کہا۔ کہ اگر ہمارا جہ اپنی نیک چلتی یا اس قسم کے کسی معاہدہ پر رضامند ہو جائیں۔ تو کیا ان صورت حالات کا خاتمہ ہوگا۔ یا نہیں۔ ارل ونسٹن نے کہا۔ کہ اس معاہدہ کو ہمارا جہ ناہجہ کے لئے چھوڑ دینا چاہیے۔

مدراں ۲۶ جولائی۔ ایس۔ آئی ریلوے پر بڑی تالی ابھی تک تشدد سے کام لے رہے ہیں۔ کہ کابا کونم میں ایک سپنجر ٹرین پر پتھر برسائے گئے جس سے گاڑی سخت زخمی ہوا۔ ایک دسے انسپکٹور کو مار دئے جانے کی دھمکی دی گئی قلیوں کے ایک گروہ کا انکار کیا گیا ہے۔ ان کا سراغ ہی نہیں ملتا۔

مدراں ۲۶ جولائی۔ ایس۔ آئی ریلوے پر بڑی تالی ابھی تک تشدد سے کام لے رہے ہیں۔ کہ کابا کونم میں ایک سپنجر ٹرین پر پتھر برسائے گئے جس سے گاڑی سخت زخمی ہوا۔ ایک دسے انسپکٹور کو مار دئے جانے کی دھمکی دی گئی قلیوں کے ایک گروہ کا انکار کیا گیا ہے۔ ان کا سراغ ہی نہیں ملتا۔

مدراں ۲۶ جولائی۔ ایس۔ آئی ریلوے پر بڑی تالی ابھی تک تشدد سے کام لے رہے ہیں۔ کہ کابا کونم میں ایک سپنجر ٹرین پر پتھر برسائے گئے جس سے گاڑی سخت زخمی ہوا۔ ایک دسے انسپکٹور کو مار دئے جانے کی دھمکی دی گئی قلیوں کے ایک گروہ کا انکار کیا گیا ہے۔ ان کا سراغ ہی نہیں ملتا۔

مدراں ۲۶ جولائی۔ ایس۔ آئی ریلوے پر بڑی تالی ابھی تک تشدد سے کام لے رہے ہیں۔ کہ کابا کونم میں ایک سپنجر ٹرین پر پتھر برسائے گئے جس سے گاڑی سخت زخمی ہوا۔ ایک دسے انسپکٹور کو مار دئے جانے کی دھمکی دی گئی قلیوں کے ایک گروہ کا انکار کیا گیا ہے۔ ان کا سراغ ہی نہیں ملتا۔

مدراں ۲۶ جولائی۔ ایس۔ آئی ریلوے پر بڑی تالی ابھی تک تشدد سے کام لے رہے ہیں۔ کہ کابا کونم میں ایک سپنجر ٹرین پر پتھر برسائے گئے جس سے گاڑی سخت زخمی ہوا۔ ایک دسے انسپکٹور کو مار دئے جانے کی دھمکی دی گئی قلیوں کے ایک گروہ کا انکار کیا گیا ہے۔ ان کا سراغ ہی نہیں ملتا۔

# ڈائری حضرت خلیفۃ المسیح ثانیؒ

ڈہوڑی ۲۲ جولائی ۱۹۲۵ء

افواج علائقہ جالندھر جھاڑنی کے کمان افسر صاحب برگیڈیر جنرل ٹوس صاحب حضرت خلیفۃ المسیح ایبہ السنبصرہ کی ملاقات کے واسطے تشریف لائے۔ دوپہر کا کھانا نہیں کھایا۔ اور دو گھنٹہ تک مختلف مضامین پر حضرت صاحب سے گفتگو کرتے رہے۔ اور سلسلہ کے حالات اور حضور کے سفر شام۔ مصر اور یورپ کے حالات سنتے رہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے وسیع معلومات اور صاحب رائے کا اثر جنرل صاحب کے چہرہ سے اتنا ہی گفتگو میں نمایاں ہو رہا تھا۔ فرماتے تھے۔ کہ ہم نے انبار میں احمدیوں کی سنی کپنی دیکھی تھی۔ اس کا کام بہت اچھا تھا۔ اور بڑے جنرل صاحب بھی احمدی نوجوانوں کے کام سے خوش ہوئے تھے جنرل صاحب کو سلسلہ کے حالات سے دلچسپی ہے۔ بہت سے مالک میں پھر چکے ہیں۔ ڈہوڑی کی افواج بھی ان کے ماتحت ہیں اس واسطے آج کل اسی جگہ مقیم ہیں۔

۵ بجے شام جناب شیخ اصغر علی صاحب کٹر ملتان تشریف لائے۔ دیر تک حضرت خلیفۃ المسیح ایبہ السنبصرہ سے اسلامی ممالک کے حالات اور بعض دوسرے امور کے متعلق گفتگو فرماتے رہے۔

ڈہوڑی ۲۳ جولائی ۱۹۲۵ء

موسم گرمیاں پہاڑی سرد مقام تعلقات پورے پارٹی وسیع کرنے کی ایک بہترین جگہ ہوتی ہے کیونکہ جبکہ کچھ لوگ پہاڑوں پر کام کے لئے آئے ہیں۔ بہت سے لوگ صرف سیر و تفریح کے لئے بھی آتے ہیں۔ اور اس لئے طے جہنہ کیلئے زیادہ گہری واقفیت کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ اور ایک دوسرے کی دعوت قبول کرنے میں عموماً عذر نہیں کیا جاتا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایبہ السنبصرہ کے حرم نے مختلف اقوام و مذاہب کی خواتین کو ۲۳ جولائی ساڑھے چار بجے چاء کی دعوت دی۔ جس میں باوجود موسم کے صاف نہ ہونے کے ۳۰ کے قریب اعلیٰ طبقہ کی معزز مستورات شریک ہوئیں۔ ہندو مسلمان اور سکھ خواتین کے علاوہ یورپین لیڈیز بھی تشریف لائیں۔ مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین کے خاندان کی خواتین کو بھی دعوت دی گئی تھی۔ مگر انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہم نہیں آسکتیں۔

ڈہوڑی ۲۴ جولائی ۱۹۲۵ء

مشہر کارنیلیس اسٹنٹ کٹر گورداسپور حضرت

خلیفۃ المسیح ثانی ایبہ السنبصرہ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ جن کی چاء سے تواضع کی گئی۔

ڈہوڑی ۲۵ جولائی ۱۹۲۵ء

کئی دن کی مسلسل دماغی محنت کی وجہ سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایبہ السنبصرہ کی طبیعت پر بہت اثر پڑ رہا تھا اور کام کی کثرت کی وجہ سے حضور معمولی سیر کے لئے بھی تشریف نہ لے جاسکتے تھے۔ کہ ۲۵ جولائی کا لاٹوپ پیدل سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ اور پیدل ہی واپس آئے۔ حضور نے وہاں ہی ڈاک کے خطوط وغیرہ ملاحظہ فرمائے۔

## خواتین کی تعلیمی کامیابی

### حرم ثالث حضرت خلیفۃ المسیح کی کامیابی

الفصل کے گذشتہ پرچہ میں اطلاع دی جا چکی ہے۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایبہ السنبصرہ کے حرم ثالث سیدہ سارہ بیگم صاحبہ نے پنجاب یونیورسٹی سے ادیب کا امتحان پاس کیا ہے۔ اور آپ اس درجہ میں اعلیٰ نمبروں پر کامیاب ہوئی ہیں۔ اس کامیابی پر ہم نے دل سے مبارکباد عرض کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ احمدی خواتین کے لئے تعلیم میں ترقی کرنے کی یہ ایسی مثال ہے جس کی وجہ سے انشاء اللہ ان کے حوصلے بہت بڑھ جائیں گے۔

اس کامیابی میں سیدہ موصوفہ کی محنت اور کوشش کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایبہ السنبصرہ کی اس دلچسپی کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔ جو حضور کو خواتین کی تعلیم سے ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ حضور نے خواتین کی تعلیم کے متعلق جو انتظام کر رکھا ہے۔ اور جس میں اور زیادہ اضافہ کرنے کی تجاویز حضور کے زیر نظر ہیں۔ اسے اس کامیابی سے بہت تقویت حاصل ہوگی۔ احمدی خواتین کو چاہیے۔ کہ وہ اس سے فائدہ اٹھائیں اور تعلیم میں ترقی کرنے کی کوشش کریں۔ اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی گزارش کریں گے۔ کہ ایسی خواتین جن کے لئے کسی باقاعدہ درس گاہ میں داخل ہو کر تعلیم حاصل کرنے کا موقع نہ ہو۔ انہیں ان کے والد۔ یا بھائی یا خاوند پڑھائیں۔ اور ان کی تعلیم میں اضافہ کریں۔ تاکہ وہ ہماری آئندہ نسلوں کی عمدہ طور پر تربیت کر سکیں۔

حرم تین احمدی بھائی اور دو نابالغ لڑکوں نے مرحومہ کا جنازہ پڑھا۔ اجاب مرحومہ کا جنازہ غائب پڑھیں۔ اصغر علی امین آباد

۶۔ بندہ کے والد صاحب ملک عبدالصمد صاحب احمدی جو حضرت مسیح موعود کے برائے مخلصین میں سے تھے۔ ۳۰۔ پیم کو رولت فرمائے اناللہ وانا الیہ راجعون

# اختیار احمدیہ

امپیریل الیکٹرک سٹورز  
میاں مظفر الدین صاحب خلف  
میاں تاج الدین صاحب مرحوم  
نے چھاؤنی پشاور میں امپیریل الیکٹرک سٹورز کے نام سے ایک فرم جاری کی ہے۔ جس کے ذریعہ انگریزی جرمنی اور جاپانی مال بکفایت بہم پہنچائیں گے۔ سرحدی اجاب جن کو ایسی چیزوں کی ضرورت ہو وہ میاں صاحب موصوفہ سے مال منگوائیں۔ انشاء اللہ دوسری فرموں سے مستامد لینگا۔

ایک شخص نو مسلم سابق نام ندھان سنگھ حال خیبر الدین اعلان باشذہ ضلع فیروز پور تحصیل ہضکا موضع کہہاڑا کا بتلا تھا۔ عمر تقریباً ۱۶ سالہ رنگ زرد۔ دائیں میں دو کیل سونے کے لگے ہوئے تھے۔ میرا سا ٹیکل مستعمل جس سے دونوں لڑکا ڈنہ تھے اور مال چھٹی ہوئی تھی۔ لیگیا ہوا ہے۔ اگر کسی صاحب کو ملے تو ان سے میرا سا ٹیکل لے کر بھجوادیں۔ مگر تھی شہر سنگھ (دو احسن) قادیان سب سے میرا کافضیاء الدین بہت دنوں سے بیمار ہے۔ تمام درخواستیں در خواہیوں اور دوست درددل سے اس کی صحت کیلئے دعا فرمائیں

فادم روشن امین زرگر  
خاکسار کاچھوٹا بھائی عزیز سید علی خاں ۱۲  
جولائی ۱۹۲۵ء کو دارفانی سے اہلت کر گیا ہے۔

مرحوم نہایت مخلص احمدی تھا۔ اجاب سے درخواست ہے۔ کہ مرحوم کیلئے دعا مغفرت فرمائیں۔ فضل احمد بٹواری گور اس سنگھ  
۲۔ میری اہلیہ سماء مبارکہ بیگم بنت مرزا امیر الدین صاحب احمدی سکند گجرات ۷ جون ۱۹۲۵ء کو برنت پل ۶ بجے شام ایک لڑکی پیدا ہونے کے بعد صدمہ کی وجہ سے اس جہان فانی سے اہلت فرما گئی ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی پانچ چھوٹی چھٹی لڑکیاں ہیں۔ ایک بچی محض ایک دن کی ہے۔ مرحومہ ایک نہایت مخلص احمدی اور فدائے دین تھی۔ جمیع احمدی برادران سے درخواست ہے

کہ جنازہ غائب پڑھا جائے۔ (ڈاکٹر) عمر الدین نیرہی  
۳۔ مورخہ ۲۵ جون ۱۹۲۵ء کو میرا والد بزرگوار جو ہری شہار الدین صاحب سفید پوش جو حضرت مسیح موعود کے برائے فادموں سے تھے۔ بقائاً الہی انشاء اللہ فوت ہو گئے ہیں اناللہ وانا الیہ راجعون۔ تمام اجاب کی خدمت میں دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ پھر صادق مالو کے بھگد،  
۴۔ میری بیوی کا ۲۴ جون کو انتقال ہو گیا ہے۔ مرحومہ از حدینک تھی اور فادم دین تھی۔ ۴ چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑ گئی ہے۔ اجاب دعا مغفرت فرمائیں۔ پھر بخش حصار

۵۔ ۲۹ جون کو ہمارے عزیز بھائی ملک محمد حنیف صاحب احمدی کی بین آج جو مخلص احمدی فاتون تھی ذق کے مرض سے دارفانی سے کوچ کر گئی۔ اجاب دعا مغفرت فرمائیں۔ پھر بخش حصار

۶۔ بندہ کے والد صاحب ملک عبدالصمد صاحب احمدی جو حضرت مسیح موعود کے برائے مخلصین میں سے تھے۔ ۳۰۔ پیم کو رولت فرمائے اناللہ وانا الیہ راجعون

# انصارِ افضل

## نمبر ۹ قادیان دارالامان مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۲۸ء جلد ۱۶

### مسلمانوں پر ہندوؤں کی چیر دستیاریں ہندو رہنماؤں کا افسوسناک رویہ

ہندوستان کے مختلف علاقوں میں ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر جو مظالم روارکھے جا رہے ہیں۔ اور ان کو طرح طرح کی ایذا میں پہنچائی جا رہی ہیں۔ وہ نہایت ہی دردناک حالت میں ہیں۔ سائمن کمیشن کے تقریر سے قبل کے حالات کے متعلق تو کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں ہندو مسلمانوں کے تعلقات بگڑے ہوئے تھے۔ لیکن تقریر کمیشن کے بعد یہ خیال کیا جانے لگا تھا کہ اب دونوں اقوام میں صلح ہو گئی ہے۔ اور ہندو رہنماؤں نے اتحاد کے راگ گانے شروع کر دیے تھے۔ مگر اس کا ٹکڑا نہیں ہوتا۔ اس کی قرار داد مالوی جی کی زبردست تائید سے منظور کر لی گئی۔ لیکن افسوس ہے کہ مالوی جی اور ان کے رفقاء کے کار نے عملی طور پر اپنی قوم کو اس پر کاربند کرنے کے لئے کوئی معمولی کوشش بھی نہ کی۔ آپ کی قائم کردہ ہندو سبھا کے تقریباً ہر لیٹ فارم پر کانگریس کے فیصلہ کے خلاف دھواں دھار تقریریں ہوئیں۔ جیل پور میں ہندو مہا سبھا کے اجلاس میں علیحدگی پسندی پر زور مخالفت کی گئی۔ ہندوستان ٹائمز آج تک سرحد میں مکمل اصلاحات کے خلاف بڑے زور شور سے لکھ رہا ہے۔ مگر کس قدر حیرت کی بات ہے کہ مالوی جی یا کسی اور کانگریسی لیڈر کو آج تک اتنی جرات نہیں ہوئی کہ وہ اپنی قوم کو اس بے راہ روی اور نفاق انگیزی پر تنبیہ ہی کرے۔ اور ان کے امن سوز پروپیگنڈا کے خلاف آواز اٹھائے۔ یہ تو خیر عام باتیں تھیں۔ لیکن گذشتہ عید الفصحی اور محرم کے موقعوں پر ہندوؤں کی طرف سے جو چیرہ دستیاریں مسلمانوں پر کی گئیں۔ ان سے ہندو رہنماؤں کی چشم پوشی نہایت ہی شرمناک ہے۔ اور ان کی خاموشی یقیناً مجرمانہ خاموشی ہے۔

اکثر ایسے مقامات پر جہاں مسلمان ذبح بقر کے قانوناً مجاز تھے۔ اور جہاں وہ صدیوں سے قربانی کرتے آئے تھے۔ ہندوؤں نے ان کو زبردستی اس سے روکا۔ اور مسلمانوں کی طرف سے اپنے حق کو حاصل کرنے کے اصرار پر کئی بے گناہ اور نیتے

فرزندان توحید کو نہایت بے دردانہ طور پر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ سو فتنہ کے متعلق سرکاری تحقیق کنندہ مسٹرارٹن کی رپورٹ شایع ہو چکی ہے جس میں انہوں نے صاف لکھا ہے کہ یہ تمام روج فسادات ہندوؤں کی فساد پسندی کا نتیجہ ہیں۔ گورنمنٹ کی اجازت کے باوجود انہوں نے زور بازو سے مسلمانوں کو فریضہ قربانی کی ادائیگی سے روک رکھا۔ حالانکہ وہ ایک اسلامی گاؤں تھا۔

پھر ملک پور میں ہندو اور سکھوں کی متحدہ طاقت نے بے بس اور بے کس مسلمانوں پر طرح طرح کے ستم ڈھائے۔ پرورہ اور بہار میں سخت ظلم اور تعدی سے کام لیا گیا۔ اور اس کے بعد محرم کے موقع پر گھر گھر پور میں گوردوارہ کے روبرو باجہ بھجنے پر ہندوؤں اور سکھوں نے پندرہ سولہ بے گناہ مسلمانوں کو تریخ کیا۔ حالانکہ ہندوؤں میں باجہ جزو عبادت سمجھا جاتا ہے اور ہندوؤں اور سکھوں کے معابد میں صبح و شام باجہ بھجایا جاتا ہے۔ اور آج تک ان کی باجہ فوازی ہی ہندوستان میں وجہ فتنہ و فساد بنی رہی ہے۔

ایسے سراسر ظالمانہ اور ہیمانہ افعال اور وحشیانہ حرکات کے ہوتے ہوئے ہندو اور پھر کانگریسی ہندو رہنماؤں کا کانوں میں تیل ڈال کر پڑے رہنا۔ اور ایسے شہریروں کے خلاف پر زور آواز اٹھانا اور اشد ترین نفرت و حقارت کا اظہار کرنا تو کجا۔ بہم الفاظ میں بھی ان کی مذمت نہ کرنا حد درجہ افسوسناک اور نہایت ہی قابل شرم امر ہے۔

عصیب خدا کا۔ چند ہی ماہ کے عرصہ میں ہندوؤں کی طرف سے علانیہ اور اس کثرت کے ساتھ مسلمانوں پر خوفناک مظالم روارکھے جاتے ہیں۔ مگر نہ دستور اساسی کی قرار داد کی حمایت میں پر زور تقریر کیا کرنے والے مالوی جی۔ نہ ہندوستان کو جلد از جلد اختیار کی غلامی سے آزاد کرانے کے غم میں غائب روز گھٹنے والے لالہ لاجپت سنگھ۔ نہ مذہب کو سیاست سے جدا کرنے والے پنڈت جواہر لال نہرو۔

نہ ہی ڈاکٹر سنیہ پال اور پنڈت موتی لال نہرو۔ اور نہ ہی کوئی اور ہندو لیڈران کے خلاف اظہار مذمت تک کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

اور عجیب بات تو یہ ہے کہ لاہور میں جو کانگریس کا اجلاس ہوا۔ اس میں ڈاکٹر سنیہ پال اور شیخ سراج الدین پراچہ نے سو فتنہ میں گولی چلانے کی وجہ سے پولیس کے خلاف تو نہایت زبردست احتجاج کیا۔ مگر کسی بندہ خدا کو اتنی توفیق نہ ہوئی کہ وہ ان سنگٹھنی سوراؤں کے شرمناک رویہ اور باجیانہ روش کے خلاف ایک لفظ بھی زبان پر لاسکتا۔ جو کئی کئی میلوں سے اکٹھے ہو کر سو فتنہ کے بے کس مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے حالانکہ ان کا یہ رویہ نہ صرف خلاف اخلاق و قانون ہی تھا۔ بلکہ کانگریس کے صاف اور واضح مسلمات کے بھی سراسر منافی تھا۔

کیا یہ حیرانگی کی بات نہیں کہ ہندو متعدد مقامات پر تو غریب مسلمانوں کو محض اس جرم میں جان سے مار چکے ہیں کہ وہ آزادی کے ساتھ ان کو باجہ بھجنے سے روک کر ان کے مذہب میں مداخلت کے سنگین جرم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور گھر گھر پور میں سولہ مسلمان اس لئے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے ہیں کہ وہ ان کے معابد کے سامنے باجہ بھجوانے کی بے حرمتی کرتے ہیں کیا دنیا میں کوئی عقلمند ان کی اس الٹی منطق پر خاموش رہ سکتا ہے؟ مگر کس قدر حیرت ہے کہ ہندو راہ نما ان سب باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اور شمس سے مس نہیں ہوتے۔ اور کس قدر رونے اور آنسو بہانے کا مقام ہے کہ ۲۲ کروڑ ہندوؤں میں سے ایک بھی شریعت النفس اور نیکول انسان نظر نہیں آتا۔ جو ان مفسدہ پردازوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے۔ اور پھر ظلم پر ظلم یہ ہے کہ الٹا ان ننگ انسانیت اشخاص اور دشمن وطن لوگوں کی تن من جھن سے امداد کی جا رہی ہے۔ جو ہمدی چھو ٹو رام صاحب یا بقی وزیر پنجاب ہاں وہی جو ہمدی چھو ٹو رام صاحب جن کے غیر تعصب ہونے کا مسلمانوں کو اس قدر یقین ہے۔ اور جن پر اس بھولی بھالی قوم کو اس قدر اعتماد ہے۔ کہ سائمن کمیشن کے سامنے اپنے مطالبات پیش کرنے کے لئے انہیں اپنا نام بندہ منتخب کرتے ہیں۔ اور ان سے اپنی ساری امیدیں وابستہ کرتے ہیں صرف یہ نہیں کہ ان سفاکوں کے خلاف اظہار مذمت نہ کر کے افسوسناک اور مجرمانہ خاموشی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ بلکہ ان لمزموں کی مداخلت کے لئے رضا کارانہ اپنی جذبات پیش کر دیتے ہیں۔

اسی پر بس نہیں۔ ہندو باشندگان بلب گڑھ بجائے ہوا میں پرنفرتی بھیجنے کے الٹا مسٹرارٹن جیسے غیر جانبدار شخص کی تحقیق کو

جنیہ داری پر محمول کرتی ہے۔ اور پاس کرتی ہے۔ کہ  
 ۵ ہزار روپیہ تو سر دست ان کی امداد کے لئے جائے  
 اور ۱۵ ہزار روپیہ ان کی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے  
 عدالتوں میں خرچ ہو گا۔ (ریجن ۱۲ جولائی)  
 سیٹھ جیو رام صاحب ایم ایل۔ سی حصار ایک ہزار  
 روپیہ نقد ان بلوائیوں کی امداد کے لئے دیتے ہیں۔ اور کسی  
 کو اتنا خیال نہیں آتا۔ کہ پھر مومن کی اس قدر زبردست تائید اور  
 امداد کے نتائج کیسے خطرناک ہونگے۔ اس سے مسندہ پڑاؤ  
 کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔ اور ملک میں کشت و خون اور قتل و  
 غارت گری کا ایک ایسا باب داہو جائیگا۔ جو مسلمانوں کے لئے  
 زیت کے تمام دروازے بند کر دے گا۔  
 ہم نیت مالوی جی سے یاد بگذازش کرتے ہیں۔ کہ ۱۹۲۳ء  
 میں سولہ ساج رولانے کے خواب اور حواغیب سے تو ہر مٹا کر اپنی  
 قوم کو اختلاف عقائد رکھتے ہوئے انسانوں کے درمیان زندگی  
 گزارنے کے سلیقہ سے آشنا کریں۔ اور ہندوؤں کو ۱۹۲۵ء میں  
 ہندو راج کے قیام کے لئے اس قدر سرگرم جہد و جہد کرنے سے  
 باز رکھیں۔ نیز عام ہندو راہنماؤں سے عموماً اور کانگریسی لیڈروں  
 سے خصوصاً درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی اس افسوسناک  
 روش میں تبدیلی کریں۔ اور مسلمانوں کے خلاف موثر طور پر اظہار  
 ملامت کریں۔ تاکہ ملک میں امن قائم ہو سکے۔

## ۱۷ جون کے جلسوں کی کامیابی اور مخالفوں کی ناکامی

خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ۱۷ جون کے جلسوں کی تحریک  
 کو جو کامیابی بخشی ہے۔ وہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں بے نظیر  
 ہے۔ اور ہر وہ انسان جسے خدا تعالیٰ نے سمجھ اور عقل دی ہے  
 اس تحریک کی کامیابی اور اس کی اہمیت کا کھلے دل سے اعتراف  
 کر رہا ہے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو بوجہ اس کینہ اور بعض  
 کے جو انھیں حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ اور جماعت احمدیہ  
 سے ہے۔ انتہائی کوتاہ فہمی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ اور اس تحریک  
 کو ناکام ظاہر کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس میں سب سے زیادہ  
 حصہ وہ لوگ لے رہے ہیں۔ جو مسلمانوں کی عیبیں خانی کرانے کے  
 وقت تو انھیں کہتے ہیں۔ آپ کے حقیقی مسلمان ہونے میں جسے شک  
 ہو۔ وہ خود مسلمان نہیں لیکن حالت یہ ہے۔ کہ نہ ان میں سے کسی کے  
 پیچھے تازہ چڑھتے ہیں۔ نہ جنازہ۔ نہ انھیں اڑکیاں دیتے ہیں۔ نہ ان  
 کی آنجنوں کو ابھی نظر سے دیکھتے ہیں۔ بلکہ ان کو برباد کرنے کی کوشش  
 کرتے رہتے ہیں۔ یہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری اور ان کے ہم خیال

لوگ ہیں۔ جن کی اس روش سے تنگ آکر انہی میں سے یہ کہنے  
 والے کھڑے ہو گئے ہیں۔ کہ "ہم اپنے عمل سے ان (مسلمانوں)  
 پر شبہ ڈالتے ہیں۔ کہ ہم ان کو کافر سمجھتے ہیں"۔  
 ایسے لوگ جن کی زبان کچھ ہو۔ اور عمل کچھ۔ ان کے بے  
 اوصوفیہ پن میں کسے شبہ ہو سکتا ہے لیکن باوجود اس کے کہ  
 رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے اظہار کے لئے  
 جیلے کرنے کے خلاف انھوں نے جو کوشش کی۔ اور ان جلسوں  
 کو ناکام بنانے کے لئے اب تک کر رہے ہیں۔ وہ اس قدر قابل  
 نفرت ہے۔ کہ ایسے لوگ جو جماعت احمدیہ سے تعلق نہیں رکھتے  
 وہ بھی نفرت میں بیچ رہے ہیں۔ چنانچہ کوئٹہ سے ایک مقرر صاحب  
 جو ہماری جماعت میں داخل نہیں ہیں۔ حضرت امام جماعت احمدیہ  
 ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لکھتے ہیں:-  
 "حضرت کے اعلان اور جون دربارہ انعقاد مجالس برائے  
 اظہار محاسن و اخلاق رسول اکرم نے مسلم پبلک کے دلوں میں جو  
 درجہ قبولیت حاصل کیا۔ اور جس فراخ دلی سے ہندوستان کے  
 ہر ایک گوشہ میں اس صدا پر لیک اور اس پاک ارشاد پر سر  
 تسلیم خم کیا گیا۔ یہ بجائے خود ایک حیرت انگیز کامنت اور انجنا  
 کے تقدس کا کافی ثبوت ہے۔ مگر وائے بحال مسلم مخالفین جو اس  
 مبارک و مقبول تحریک کو ناکام بنانے کی بے فائدہ کوشش کرتے  
 رہے ہیں۔ ان لوگوں کے قلوب سیاہ اور دل سچ ہو چکے ہیں  
 دماغ معطل اور چشم کور ہو گئی ہیں۔ جو نہ سمجھ سکتے ہیں۔ نہ غور کر  
 سکتے ہیں۔ اور نہ دیکھ سکتے ہیں۔ دعا فرمائیں۔ کہ خدا ان کو  
 ہدایت دے"۔

کیا اس تحریک کی مخالفت کرنے والے ان الفاظ سے مہر  
 حال کر بیٹھے۔ اور ایک نہایت پاک اور مفید تحریک کی مخالفت  
 کر کے یا اس کے اثر کو کم کرنے کی کوشش کر کے دین و دنیا  
 کی روسیاهی نہ متیا کریں گے۔

## پنجاب یونیورسٹی کی مولوی فاضل کلاس کا نتیجہ

اگرچہ کئی سال سے پنجاب یونیورسٹی کی مولوی فاضل کلاس  
 کا نتیجہ بہت خراب نکل رہا ہے۔ لیکن اس سال جو نتیجہ نکلا ہے۔  
 اسے دیکھ کر تو ہمارے رنج و افسوس کی کوئی حد نہیں رہی۔ اور  
 جس شخص نے بھی یہ نتیجہ دیکھا ہو گا۔ وہ ہمارے ساتھ یہ کہنے میں  
 بالکل متفق ہو گا۔ کہ منتخبین نے بیچارے طالب علموں سے نہایت  
 سختی کا سلوک روا رکھا ہے۔ اس سال امتحان میں شامل ہونے والوں  
 کی تعداد تقریباً ۷۷ تھی۔ جن میں سے صرف ۱۵ پاس ہوئے ہیں۔ یہ  
 ایسا افسوسناک نتیجہ ہے۔ جو غالباً سوائے مولوی فاضل کلاس کے  
 اور کسی درجہ کے امتحان کا نہ نکلا ہو گا۔ اس کی وجہ سوائے اس کے

کچھ نہیں۔ کہ اول تو امتحان کے پرچے بنانے والے علماء بعض  
 پرچے بناتے وقت اپنی ساری علمیت اور قابلیت پرچوں کو شکل  
 اور لائینل بنانے میں صرف کر دیتے ہیں۔ دوسرے پرچے دیکھتے  
 وقت اتنی سختی سے کام لیتے ہیں۔ کہ کوئی خوش قسمت ہی پاس ہو  
 جائے تو ہو جائے۔ ورنہ ان کی کوشش بھی معلوم ہوتی ہے۔ کہ  
 جسے الامکان کسی کو مولوی فاضل کی ڈگری حاصل نہ ہو۔ اس کے  
 مقابلہ میں جب ہم شائستری وغیرہ کے امتحانات کا نتیجہ دیکھتے ہیں۔ تو  
 زمین و آسمان کا فرق پاتے ہیں۔ شائستری کا امتحان دینے والے  
 ہر سال اچھی خاصی تعداد میں پاس ہوتے ہیں۔ ہماری سمجھ میں اس فرق  
 کی وجہ سوائے اس کے اور کوئی نہیں آتی۔ کہ وہ مولوی صاحبان  
 جو مولوی فاضل کے امتحان کے پرچے دیکھتے ہیں۔ بہت زیادہ  
 سختی سے کام لیتے ہیں۔ اور شاید وہ یہ سمجھتے ہیں۔ کہ جس قدر زیادہ  
 طلباء کو فیصل کریں گے۔ اس قدر زیادہ ان کی قابلیت کا سکھٹھیکا  
 اور اس طرح وہ یونیورسٹی کی بہت بڑی خدمت سر انجام دے کر  
 حکام یونیورسٹی کی خوشنودی حاصل کر سکیں گے۔ حالانکہ اگر وہ فراہمی طور سے  
 کام لیں۔ تو انھیں معلوم ہو کہ اس طرح نہ صرف مسلم نوجوانوں کی زندگیوں  
 برباد ہو رہی ہیں۔ بلکہ مولوی فاضل کا امتحان دینے والوں کے  
 حوصلے پست ہو کر علم عربی کو بہت بڑا نقصان پہنچ رہا ہے۔ علاوہ  
 ازیں اس کثرت سے مسلمان نوجوانوں کے فیصل ہونے سے علمی دنیا  
 میں مسلمان بدنام ہو رہے ہیں۔ اور غیر مسلموں کو یہ کہنے کا موقع مل رہا ہے  
 کہ جب مسلمان طالب علموں کی اپنی مذہبی زبان میں قابلیت کا یہ حال ہے  
 تو دوسرے علوم میں وہ کیا ترقی کر سکتے ہیں۔

پس ہم مولوی فاضل کے امتحان میں اس قدر سختی اور شدت  
 کے خلاف نہایت زور سے صدائے احتجاج بلند کرتے ہوئے  
 منتخبین سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ مسلمان نوجوانوں پر رحم  
 کریں۔ اور پاس ہونے کا معیار اتنا بلند نہ قرار دیں۔ کہ کوئی اس کی  
 طرف منہ کرنے کی جرات ہی نہ کر سکے۔

## انسداد کاوشی کے متعلق مفید مشور

معاشرہ شہر پنجاب رے جولائی لکھتا ہے۔ رہبانوں پر ہندو صاحب  
 ایک صاحب نے چیلنج دیا ہے۔ کہ بقر عید کے موقع پر کسی اکی دکی گائے کے  
 بچانکی جگے آپ ان بوچر خانوں پر کٹ لگائیے۔ جہاں گوروں  
 کے لئے سینکڑوں گائیں ذبح کی جاتی ہیں۔ اگر آپ انکو بند کرنے  
 میں کامیاب ہو گئے۔ تو مسلمانوں میں گناہ کشی خود بخود بند ہو جائیگی  
 ان گوروں کے لئے گائیوں کا ذبح ہونا دیکھ کر آپ کے دل خوش میں  
 نہیں آتا۔ تو نیز بعض ضعیف کے مصداق ہزاروں مسلمانوں کے خلاف  
 کیوں بھڑکاتے ہو۔  
 پھر معاشرہ چشم رے جون لکھتا ہے۔ یہ تو دیانتداری سے  
 یہ یقین کرتے ہیں۔ کہ اگر اس سوال پر ہم کو غنیمت کو چھکالیں۔ اور گورہ

معاشرہ شہر پنجاب رے جولائی لکھتا ہے۔ رہبانوں پر ہندو صاحب ایک صاحب نے چیلنج دیا ہے۔ کہ بقر عید کے موقع پر کسی اکی دکی گائے کے بچانکی جگے آپ ان بوچر خانوں پر کٹ لگائیے۔ جہاں گوروں کے لئے سینکڑوں گائیں ذبح کی جاتی ہیں۔ اگر آپ انکو بند کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ تو مسلمانوں میں گناہ کشی خود بخود بند ہو جائیگی ان گوروں کے لئے گائیوں کا ذبح ہونا دیکھ کر آپ کے دل خوش میں نہیں آتا۔ تو نیز بعض ضعیف کے مصداق ہزاروں مسلمانوں کے خلاف کیوں بھڑکاتے ہو۔ پھر معاشرہ چشم رے جون لکھتا ہے۔ یہ تو دیانتداری سے یہ یقین کرتے ہیں۔ کہ اگر اس سوال پر ہم کو غنیمت کو چھکالیں۔ اور گورہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# زمیندار اور ہائی کورٹ پنچت

”قادیان یورک دنیا کے سنا دیانت کی جو مثالیں پیش کی ہیں انہیں دیکھ دیکھ کر آنے والی نسلیں مدتوں سر ہٹا کریں گی“  
 یہ وہ الفاظ ہیں جو اخبار زمیندار نے اپنے ۱۹ جولائی کے پرچہ میں اس مضمون کی تمہید کے طور پر لکھے ہیں جس میں اس کی یہ شکایت کی ہے کہ ”مسلم ادٹ لک“ نے پنجاب ہائی کورٹ کے موجودہ نظام کے خلاف جو مضامین لکھے ہیں ان کے متعلق حضرت امام جماعت احمدیہ اور الفضل نے کیوں کچھ نہیں لکھا۔ چنانچہ وہ اپنے مخصوص انداز میں لکھتا ہے۔

”آج مسلم ادٹ لک نے دلائل قاطعہ سے ثابت کیا ہے کہ عدالت عالیہ پنجاب کا موجودہ نظام مسلم مفاد کیلئے ہدک ہے جس کے ماتحت مسلمانوں کے حقوق نہایت بے دردی سے پامال ہو رہے ہیں۔ اور اگر چند ہی صورت رہی۔ تو عدالت عالیہ اور اس کی ماتحت عدالتوں اور اداروں میں ایک مسلمان بھی نظر نہ آئیگا۔ مگر نہ خلیفہ قادیان اس سے مس ہو اور نہ الفضل کے قلم کو حرکت ہوئی“

لیکن ستم ظریفی دیکھئے۔ یہ سطور زمیندار نے اسی صفحہ پر شائع کی ہیں جس پر وہ خود اپنے متعلق یہ لکھتا ہے:-  
 ”ہم سے بعض احباب نے اس کے متعلق جواب طلب کیا ہے۔ کہ ہم اس وقت تک اس مسئلہ مسلم ادٹ لک اور سرشاری کے متعلق خاموش کیوں رہے۔“

اور ساتھ ہی یہ بھی تسلیم کرتا ہے۔  
 ”بجائے اس کے کہ تمام مسلمان کامل ایک آہنگی سے مسلم ادٹ لک کی تائید میں آواز بلند کرتے۔ ایک غرض پرست حلقہ نے اس کے خلاف احتجاج بھی کیا۔ اور اسلامی پریس کال طور پر خاموش رہا“

اس کامل طور پر خاموش رہنے دلے ”اسلامی پریس“ میں خود زمیندار بھی شامل ہے۔ اور اس وقت تک اس کے قلم کو بھی حرکت نہ ہوئی تھی۔ لیکن باوجود اس کے اس نے ہمارے خلاف زبان طعن دراز کی۔ اگر زمیندار دیا ننداری سے کام لیتا۔ اور خواہ مخواہ نیش زنی نہ کرتا۔ تو جو وجوہات اس نے اپنے ”کال خاموش“ رہنے کے پیش کیے ہیں۔ وہی یا اسی قسم کے ہماری طرف سے بھی سمجھ سکتا تھا۔ لیکن جب اس کی غرض ہی نکال بات کیلئے مواد جمع کرنا ہو۔ تو دیانت اور امانت سے کیوں کام لیتا۔ تاہم زمیندار نے جو کچھ لکھا ہے۔ اور جس غرض سے لکھا ہے اس سے ظاہر ہے۔ کہ احتیاج ”زمیندار“ ایسی فطرت رکھنے والی

کو کبھی کس طرح بھٹنے پر مجبور کر دیتی ہے۔  
 ”زمیندار“ نے جاپن و تشنیع کے بعد اپنی خاص خصوصیت کو قائم رکھتے ہوئے حرمت مطلب اس طرح زبان پر لایا ہے۔  
 ”دیانت کا اقتضار ہے۔ کہ خلیفہ قادیان منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر نہ بیٹھیں۔ بلکہ اپنے وعادی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسلامی حقوق کی نمائندگی کریں“

یہ بات اگر زمیندار ”مہذبانہ رنگ میں پیش کرتا۔ تو ہم ”اسلامی حقوق“ کے متعلق اس کی درخواست کو بہت زیادہ قابل وقعت سمجھتے۔ اب بھی ہم یقین دلاتے ہیں۔ کہ حضرت امام جماعت احمدیہ ”اسلامی حقوق“ کے تحفظ کے لئے ہر جائز اور ممکن کوشش فرما رہے ہیں۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ مسلمان اتحاد عمل سے کام لیں۔ اگر زمیندار نے حضرت امام جماعت احمدیہ ایسے اللہ کی اس تحریک پر خود عمل کیا ہوتا۔ اور اپنے حلقہ اثر میں اس پر عمل کرنے کی کوشش کی ہوتی۔ کہ مسلمانوں کو مشترکہ مفاد کیلئے متحدہ سعی کرنی چاہیے۔ تو آج اسے یہ گلہ نہ کرنا پڑتا۔ یا اس زور سے نہ کرنا پڑتا۔ کہ

”اسلامی تشنت آخر رنگ لایا۔ اور بجائے اس کے کہ تمام مسلمان کامل ایک آہنگی سے مسلم ادٹ لک کی تائید میں آواز بلند کرتے۔ ایک غرض پرست حلقہ نے اس کے خلاف احتجاج بھی کیا۔ اور اسلامی پریس کال طور پر خاموش رہا“

”زمیندار“ نے اپنی خاموشی کے متعلق لکھا ہے۔  
 ”بعض حقیقت ناشناس دستوں نے اسے خوف یا امید پر مجبور کیا“  
 لیکن ہم ”زمیندار“ کے متعلق کیا کہیں۔ جس نے ہماری نسبت یہ لکھا ہے۔  
 ”یہ لوگ اس کے متعلق ایک حرف بھی نہیں لکھیں گے“

کیونکہ جو ہماری ظفر اشرفاں صاحب عدالت عالیہ کی ججی کے امیدوار ہیں“  
 اول تو یہی بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ ججی کے امیدوار ہونے سے ”زمیندار“ کا کیا مطلب ہے۔ ججی کے لئے گورنمنٹ کو درخواستیں نہیں دی جاتیں۔ کہ جو ہماری صاحب درخواست دے کہ ججی کے امیدوار بن گئے ہوں۔ یہ حکومت کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ دوسرے ”زمیندار“ تو یاد نہیں۔ یہ وہی جو ہماری ظفر اشرفاں صاحب ہیں۔ جنہوں نے ”مسلم ادٹ لک“ کے مقدمہ میں جو اسی ہائی کورٹ کی طرف سے دائر کیا گیا تھا۔ اور جس میں پیش ہونے کے لئے کوئی بڑے سے بڑا رقم پرست بیرسٹر بھی جرات نہ کر سکا۔ ایڈیٹر اور پرنٹر ”مسلم ادٹ لک“ کی طرف سے پیش ہوئے تھے۔ اور اس قابلیت اور دلیری سے مقدمہ کو پلید کیا تھا۔ کہ ”زمیندار“ نے بھی ان کی جرات اور

قانون دانی کی تعریف کی تھی۔ اگرچہ ”مسلم ادٹ لک“ نے اس کا یہ بدلہ دیا۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے متعلق لیکچر دینے کی جو تحریک کی گئی تھی۔ اور جسے خدا کے فضل سے بے نظیر کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کی سخت مخالفت کی۔ اور بے جا طور پر مخالفت کی۔

جہاں تک پنجاب کی ۵۵ فیصدی مسلم آبادی کے حقوق کا سوال ہے۔ اس کے متعلق ہم ہر اس آواز کی تائید کرنے کے لئے تیار ہیں جو دیانتداری سے بلند کی جائے۔ اور ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ گورنمنٹ کو اس طرف توجہ دلائی جائے۔ ہائی کورٹ پنجاب کے ماتحت صحیفوں میں داعی مسلمانوں کی اس قدر کمی ہے۔ جو ہر ایک مسلمان کو سختی کے ساتھ محسوس ہو رہی ہے۔ اور نہایت بے جا کی بات یہ ہے۔ کہ اس میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ مسلمانوں کا حق ہے۔ کہ اس بارے میں اپنے حقوق کا مطالبہ کریں۔ اور ہم یہ مطالبہ کرنے میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔

## معاصر فاروق

معاصر فاروق سلسلہ کا ایک مشہور اخبار ہے جو کچھ عرصہ بعد رہنے کے بعد اپریل ۱۹۲۵ء سے دوبارہ سلسلہ کے مشہور ادارہ ”مشرق اخبار“ نویس جناب میر تقاسم علی صاحب کے زیر ادارت نہایت پابندی سے شائع ہو رہا ہے۔ جناب میر صاحب سے یہ معلوم کر کے سخت رنج ہوا۔ کہ ابھی تک فاروق کی اشاعت اس قدر کم ہے۔ کہ وہ اپنے اخراجات کا متحمل بھی نہیں ہو سکتا۔ یعنی تعداد خیر اران اس وقت تین سو بھی نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ان حالات میں کسی اخبار کا زائدہ رہنا نہایت مشکل امر ہے۔ احباب کو فاروق کی اشاعت میں تو بیع کے لئے پوری کوشش کرنی چاہیے۔ اور زیادہ نہیں تو کم از کم دو سو مزید خریدار پیدا کر دینے چاہئیں۔ تا اخبار اپنا خرچ ہی نکالنے کے قابل ہو سکے۔ اس زائدہ میں پریس کو جو اہمیت حاصل ہے۔ وہ

محتاج بیان نہیں اور جماعت احمدیہ ایسی زندہ اور بیدار قوم کے پریس کی یہ حالت نہایت ہی تکلیف دہ ہے۔ جماعت احمدیہ کے سامنے ایک وسیع اور عظیم الشان پروگرام ہے اور پھر ساتھ ہی مخالفین شدت سے ہماری ہر تحریک کے متعلق غلط اور مفتر باتیں پھیلانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔ پس اپنے پروگرام کو کامیاب بنا اور مخالفین کی اثر پردازیوں کی تردید کیلئے ہمیں ایک زبردست اور مضبوط پریس کی ضرورت ہے۔ معاصر فاروق کی کامیابی ہمارے پریس میں

مشرق اخبار نویس جناب میر تقاسم علی صاحب کے زیر ادارت



# خطبہ جمعہ

## وقتی اتحاد اور ملتی ترقی کا بہت بڑا گڑ

### حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۶ جولائی ۱۹۲۸ء بمقام ٹہلوی

بعد تلاوت سورۃ فاتحہ فرمایا:-

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے تمدن کا ایک

### بہت بڑا گڑ

بیان فرمایا ہے۔ جس کو مد نظر رکھ کر قومی اتحاد اور تمدنی ترقی کے بہت سے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ بہت سی دنیا میں ایسی باتیں ہوتی ہیں۔ جو بظاہر چھوٹی ہوتی ہیں۔ لیکن ان کے نتائج بہت بڑے نکلتے ہیں۔ دیکھئے مالان کو اس نقطہ نگاہ سے دیکھتا ہے۔ کہ وہ اپنی ذات میں کیا ہیں۔ اور اپنی ذات میں ان کو چھوڑا سمجھ کر ان کی طرف سے بے توجہی کرتا ہے۔ مگر کیا اذقات نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ قوم کی قوم یا ملک کا ملک یا کہہ سکتے ہیں۔ کہ دنیا برباد ہو جاتی ہے۔ تاریخوں میں ایک واقعہ آتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہاں تک سچا ہے۔ لیکن لکھا ہے۔

### بغداد کی خلافت کی تباہی

کا موجب وہی واقعہ ہوا۔ کہتے ہیں۔ دو بد معاش تھے۔ انہوں نے کسی جگہ کباب بکتے دیکھ کر مشورہ کیا۔ آؤ آج کباب کھا لیں اور صفت کھا لیں۔ ان دنوں شیعہ سنی جھگڑوں کا زور تھا انہوں نے منصوبہ یہ کیا۔ کہ چلتے چلتے آپس میں لڑیں۔ ایک دوسرے کو گایاں دینے لگ جائیں۔ ایک اس طرح کلام کرے۔ کہ وہ سنی ہے۔ اور دوسرا اس طرح کہ شیعہ ہے۔ جب شور و شر پڑ جائیگا۔ اور لوگ لڑنے لگ جائیں گے۔ تو ہم کباب اٹھا کر بھاگ جائیں گے۔ انہوں نے کباب فردوس کی دکان کے پاس پہنچ کر اسی طرح کیا۔ اس بازار میں شیعہ بھی تھے۔ اور سنی بھی کچھ ایک کی امداد کے لئے آئے۔ کچھ دوسرے کی امداد کے لئے پہلے ایک دوسرے کو گایاں دینے لگے۔ پھر مارکٹائی شروع

## گمان غالب

کے معنوں میں حضرت یوسفؑ کے متعلق آتا ہے۔ ان کے سنے جب دو قیدیوں نے اپنے خواب بیان کئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ میں نے دیکھا ہے۔ شراب نچوڑ رہا ہوں۔ اور دوسرے نے کہا۔ میں نے دیکھا ہے۔ میرے سر پر روٹیاں ہیں۔ جنہیں پرند کھا رہے ہیں۔ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے شراب نچوڑنے والے کو تو یہ تعبیر بتائی۔ کہ تمہیں قید سے نجات مل جائے گی۔ اور دوسرے کو یہ کہا۔ کہ تمہیں پھانسی دی جائیگی۔ اب خواب

## عظیم الشان نظام

یقینی تو ہوتی ہے۔ لیکن انبیاء و ان کی ان کی خوابوں کے متعلق کہا جاسکتا ہے۔ کہ خدا کی طرف سے ہیں۔ باقیوں کے لئے یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ یقینی طور پر ان کی خواب خدا کی طرف سے ہیں۔ باقی لوگوں کی خوابوں کی علامات اور دوسری باتوں کو دیکھ کر راجح یقین کر سکتے ہیں۔ کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں۔ مگر ان پر قسم نہیں کھا سکتے۔ کہ ضرور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اس لئے حضرت یوسفؑ کے متعلق آتا ہے۔ وقال للذی ظن انہ ناج متھما۔ جس کے متعلق انہیں غالب گمان تھا۔ کہ بیچ جائیگا۔ اسے کہا۔ وہ خواب کی علامات سے سمجھتے تھے۔ کہ بیچ جائیگا۔ لیکن چونکہ وہ نبی کی خواب نہ تھی۔ اس لئے پورا یقین نہ تھا۔ کہ ضرور سچی ہوگی۔

اسی طرح ظن کا لفظ قرآن کریم میں

## شہد کے معنوں میں

بھی آتا ہے۔ کفار کے متعلق آتا ہے۔ وہ رسول کے لئے ظنون کرتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں۔ کہ ان کے پاس رسول کے خلاف دلائل ہیں۔ اس لئے وہ مخالفانہ باتیں کہتے ہیں۔ بلکہ یہ ہیں۔ کہ ان کے دلوں میں شکوک ہیں۔ اور وہ شکوک پیش کرتے ہیں۔

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے۔ اس میں ظن کے معنی یہ ہیں۔ کہ نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ وہ ظن جس کے معنی یقینی اور حاکم ہیں۔ اس کے لئے یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ خدا تعالیٰ نے کہا ہے۔ اس سے بچو۔ اور اسے چھوڑ دو۔ ایسے ظن کو تو حاصل کرنا چاہئے۔ اسی طرح جس امر کے متعلق دلائل کثرت سے ہوں اس امر کے لئے بھی نہیں کہا جاسکتا۔ کہ اسے چھوڑ دو۔ بے شک بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک بات کے متعلق بظاہر

## دلائل کا غلبہ

ہوتا ہے۔ مگر وہ حقیقت میں غلط ہوتی ہے۔ مگر ایسے امور کو چھوڑ ہی ہوتے ہیں۔ زیادہ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ دلائل کے غلبہ سے وہ بچے ہوئے ہیں۔ پس یہ بھی یہاں مراد نہیں ہے۔ اب یہ بات باقی رہ گئی۔ کہ وہ ظن جو شک کے معنوں میں آتا ہے۔ وہ یہاں مراد ہے۔ ہماری زبان میں ظن کا لفظ غلط طور پر استعمال ہوتا ہے

ہو گئی۔ وہ تو کباب بیکر چلتے بنے۔ مگر اس واقعہ کے بعد لگے۔ جگہ لڑائیاں اور خونریزیاں شروع ہوئیں۔ اس پر لوگوں نے نرکوں کو لکھا۔ کہ یہاں بہت بد امنی پیدا ہو گئی ہے۔ تم آ جاؤ۔ ترک جو اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے۔ حملہ آور ہوئے۔ اور ان کے حملہ سے بغداد کی خلافت تباہ ہو گئی۔ گو یاد آدمیوں کی لڑائی اور وہ بھی کباب کھانے کے لئے۔ لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ وہ

جو خواہ کتنا ہی استبدادی رہا ہو۔ پھر بھی مسلمانوں کے لئے عمود کے طور پر تھا۔ اور دوسری مسلمان حکومتیں خواہ وہ کتنی بڑی تھیں۔ اس کے آگے اس طرح جھکتی تھیں جس طرح جانو کیلے کی طرف جھکتا ہے۔ وہ تباہ ہو گیا۔ اور ایسا تباہ ہوا۔ کہ اس کے بعد کچھ کوئی نظام مسلمانوں کو متحد نہ کر سکا۔ پس بااقتات ایک چھوٹی سی بات کے نتائج بہت بڑے نکلتے ہیں۔ اور بااقتات ایسا ہوتا ہے۔ کہ بظاہر جو باتیں صحیح معلوم ہوتی ہیں۔ ان کو بھی بعض بڑی باتوں کے لئے چھوڑ دینا پڑتا ہے۔

## وہ گڑ

جس کی طرف میں نے ابتدا میں اشارہ کیا ہے۔ سورہ حجرات میں بیان کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا اکثر ما من الظن ان بعض الظن اشرا من موزنا۔ اجتنبوا اکثر ما من الظن ان بعض الظن اشرا من موزنا۔ کیونکہ ان بعض الظن اشرا بعض ظن ایسے ہوتے ہیں۔ جو گناہ ہوتے ہیں۔ یہ کتنا چھوٹا سا فقرہ ہے۔ لیکن اس میں ایک بہت بڑا تمدنی۔ سیاسی اور افلاقی اصل بیان کیا گیا ہے۔ بیشتر اس کے کہ میں اس اصل کو بیان کروں۔ یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ

## عربی میں ظن کے معنی

تین ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے۔ کہ تینوں معنی ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ ایک معنی ظن کے یقین کے ہوتے ہیں۔ جب کسی بات کے متعلق یقین کر لیں۔ کہ اس طرح ہے۔ تو کہتے ہیں۔ فلا فلانے فلاں بات کے متعلق ظن کیا۔ دوسرے معنی ظن کے گمان غالب کے ہیں۔ جب کثرت دلائل کسی بات کے متعلق دلالت کرتے ہوں۔ کہ وہ یوں ہے۔ تو اس کے لئے بھی ظن کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں ان معنوں میں ظن کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ مومنوں کے متعلق آیا ہے۔ مومن خدا کی ملاقات پر ظن رکھتے ہیں۔ مومنوں کے متعلق یہ تو نہیں کہا جاسکتا۔ کہ انہیں خدا تعالیٰ کی ملاقات پر یقین نہیں ہونا انہیں یقین ہوتا ہے۔ ان کے متعلق ظن کا لفظ یقین کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔

جب کسی بات کے متعلق غلطی کا احتمال کم ہو۔ اور صحت کا زیادہ ہو۔ تو اس کیلئے ظن کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن عربی میں ایسے موقع پر استعمال کرتے ہیں۔ جہاں غلطی کا احتمال زیادہ ہو۔ اور صحت کا کم۔ تو یا ایہا الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن کے معنی ہونگے۔ کہ اے مومنو بہت سے شکوک سے بچا کرو۔ کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے پس پہلو فیکل کے ہوتے ہیں۔ اور ایک پہلو برائی کا۔ اس برس پہلو کو چھوڑ دو۔ کیوں کہ اس لئے کہ ان بعض ظن اشتر بعض ظنون ایسے ہوتے ہیں۔ جو غلط ہوتے ہیں اس میں

### کئی نکات

بیان کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ہو سکتا ہے۔ ظنون میں سے بعض سچے بھی ہیں۔ لیکن چونکہ شکلی ہیں۔ اور ان میں غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان سے بچو۔ کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو اسپیریٹشل دلائل سے معلوم ہوتی ہیں۔ اور ان میں غلطی کا شبہ ہوتا ہے۔ اور کئی ان میں سے غلط ہو جاتی ہے۔ بیسیوں مکے ایسے ہیں جنہیں دلائل سے ثابت کیا جاتا تھا۔ مگر اب لوگ ان کو غلط قرار دیکر چھوڑ رہے ہیں۔ تو فرمایا ان بعض الظن اشتر شک و شبہ دالی باتیں جنس دفعہ سچی بھی ہوتی ہیں۔ لیکن غلط بھی۔ اس لئے ان کو چھوڑ دینا چاہیے۔

### دوسرا نکتہ

یہ بیان کیا۔ جس سے شرعی مسائل کا حل ہوتا ہے۔ کہ ان بعض الظن انم اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا۔ کہ سارے ظن غلط ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ بعض ظن غلط ہوتے ہیں مگر فرماتا ہے۔ اجتنبوا کثیراً من الظن بہت سے ظنون سے بچو کیوں کہ ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں۔ جو غلط ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ ظن سے بچو کیونکہ ظن تو یقین دہی ہوتا ہے۔ اور گمان غالب دالابھی۔ اس لئے فرمایا۔

### شک والے ظن سے بچو

ان میں صحیح ظن بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اکثر چونکہ غلط ہوتے ہیں۔ اس لئے ان سے بچو۔ ہو سکتا ہے کہ ہم ایک چور کو چور سمجھ لیں مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ کہ ایک بے گناہ کو چور سمجھ لیں۔ پس وہ ظن جس کے معنی شک کے ہیں۔ اس کے متعلق قاعدہ یہی ہے۔ کہ ایسے ظن خراب زیادہ ہوتے ہیں۔ اس سے یہہ نکتہ معلوم ہوا۔ کہ جس چیز سے منع کیا جائے۔ ضروری نہیں کہ اس کی وجہ سے

### ہر فرد میں خرابی

پیدا ہو۔ بلکہ عام کو دیکھا جاتا ہے۔ اس کی موٹی مثال شراب کی ہے۔ اس پر بعض لوگ قبضہ پالیتے ہیں۔ وہ اس میں اس قدر

ہیں بڑھتے۔ ان کی صحت۔ یا ان کے جذبات اور احساسات کو اس سے نقصان پہنچے۔ لیکن ایسے بھی ہوتے ہیں۔ اور کثرت سے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو اس سے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس لئے ان کی کثرت کو دیکھ کر اسلام نے شراب کو قطعی طور پر حرام کر دیا۔ پس کئی مسائل ایسے ہیں۔ کہ بعض لوگ نکل سکتے ہیں۔ جو ان پر عمل کر کے گناہ میں مبتلا نہ ہوں لیکن اکثر گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس لئے ان کی کثرت کو مدنظر رکھ کر قلیل کو نظر انداز کر دیا گیا۔ اور

### سب کے لئے ایک قانون

بنا دیا۔ اب یہ جو اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اسلام نے شراب کو حرام قرار دیا ہے۔ مگر فلاں شخص شراب پیتا ہے۔ اس پر اس کا کوئی مضرت نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کا جواب یہی ہے۔ کہ ضروری نہیں شراب ہر ایک کے لئے مفہوم دیکھنا یہ ہے۔ کہ اکثر پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔ اگر اکثر کے لئے مضرت ثابت ہوتی ہے۔ تو اس کی

### ممانعت کی بنیاد

کثرت پر رکھینگے۔ اور کثیر کو بچانے کے لئے بعض کو کہیں گے۔ کہ تم بھی اپنی آزادی قربان کر دو۔ تاکہ ساری قوم تباہ نہ ہو۔

### تیسرا نکتہ

یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمدن کا قیام اسی سبب پر ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان بعض الظن اشتر۔ بعض ظن ایسے ہوتے ہیں۔ جو تعلقات کو خراب کر دیتے ہیں۔ فتنہ و فساد مچا دیتے ہیں۔ ان سے بچنا چاہیے۔ یہ

### تمدن کے قیام کا بہت بڑا گر

ہے۔ جو مسلمانوں میں سے مفقود ہو گیا ہے۔ وہ یقین کے مقابلے میں شک کو ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کا حکم یہ ہے۔ کہ شکوک کے پیچھے نہ پڑو۔ اگر تم کسی ایک کے لئے شکوک کا دروازہ کھولو گے۔ تو پھر سب کیلئے کھل جائیگا۔ اور اس طرح تمدن تباہ ہو جائیگا۔ کوئی وجہ نہیں کہ میں زید پر بدظنی کروں۔ اور وہ مجھ پر نہ کرے۔ اور پھر کوئی وجہ نہیں کہ زید کے معاملے میں بدظنی کروں۔ مگر دوسروں کے متعلق نہ کروں۔ سورہ نور میں خدا تعالیٰ نے

### برائی سے بچنے کے لئے

اور رنگ میں ارشاد فرماتا ہے۔ فرماتا ہے۔ لا اذس ممتوما المومنون والمومنات بانفسھن خیرا و قالوا ہذا انک مبلون۔ جب تم نے فلاں بات سنی تھی۔ تو مومن مرد اور عورتوں اپنے متعلق کیوں نیک گمان نہ کیا۔ حالانکہ جنہوں نے وہ بات سنی تھی۔ اپنے متعلق نہ سنی تھی۔ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سنی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ اپنے متعلق انہوں نے کیوں نہ نیک ظن کیا۔

اس پر وہ کہہ سکتے تھے۔ کہ ہم نے اپنے متعلق تو کوئی برائے نہیں کیا۔ ہم نے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا۔ مگر اس طرح ان کو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق تم ایسا ظن کر دو اور تمہارے متعلق نہ کیا جائے۔ جب تم اپنے میں سے ایک پر بدظنی کرتے ہو۔ تو سب کے لئے یہ رستہ کھولتے ہو۔ اور یہ رستہ کھل جائے تو پھر اتحاد کیونکر ہو سکتا ہے۔

یہ خیال کرنا۔ کہ فلاں کے متعلق یہ بات ہے۔ ہمارا اس سے کیا نقصان ہے۔ غلط ہے۔ جب ایک کیلئے یہ رستہ کھول دیا گیا۔ تو پھر سب کے لئے کھلیگا۔ اور جب سب کیلئے کھلیگا۔ تو اس طرح قوم تباہ ہو جائیگی۔ وجہ یہ کہ انسان میں

### نقالی کی عادت

پائی جاتی ہے۔ اور بڑے بڑے ماہر کہتے ہیں۔ ہر ڈانسٹنٹ انسان میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہ اصطلاح بھیکر کی عادت سے ہی نکلی ہے۔ جہاں سے بھیکرین گذر رہی ہوں۔ وہاں اگر ان کے راستے میں رسی یا بندھ دی جائے اور ایک بھیکر اس پر سے کود کر گذرے۔ تو باقی سب بھیکر اس کو دکھڑینگی۔ اور اگر رسی ہٹالی جائے تو بھی اس جگہ سے گذرنے والی بھیکر اس وہاں آکر کودینگی۔ اس وجہ سے ہر ڈانسٹنٹ کہا جاتا ہے۔ یہ بات انسانوں میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ ایک روجو جلتی ہے اس میں سب سے پہلے جاتے ہیں۔ کیونکہ انسان میں

### سب سے قوی جذبہ

یہی ہے۔ کہ وہ جو کچھ دیکھتا ہے۔ اس سے پیچھے چل پڑتا ہے۔ اس جذبہ کے ماتحت جب لوگ دیکھیں گے۔ کہ اس قسم کے اوتراں بھی کئے جاتے ہیں۔ تو اور لوگ بھی کریں گے۔ پھر دوسرے پر یہی پھاغترض کئے جائیں گے۔ اور اس طرح اعتماد اور بھروسہ ٹوٹ جائیگا۔

### دنیا کے تمام کاموں کی بنیاد

اعتماد پر ہی ہے۔ میں نے ایشیاء کے تاجروں کی کتابیں پڑھی ہیں وہ لکھتے ہیں۔ تجارت کی کامیابی کا سارا انحصار اعتماد پر ہوتا ہے ایک بہت بڑا تاجر کہتا ہے جس دن میں سمجھ لگا نوکر دیا تنہا سے کام نہیں کرتے۔ اسی دن تجارت بند کر دوں گا۔ کیونکہ تجارت اعتماد کے بغیر نہیں چل سکتی۔ اگر نوکروں پر میں اعتماد نہیں کروں گا۔ تو وہ بھی مجھ پر اعتماد نہ کریں گے۔ اور اس طرح تجارتی کاروبار تباہ ہونا شروع ہو جائیگا۔ اس لئے جب میں دیکھوں گا کہ باہمی اعتماد نہیں رہا۔ تو تجارت بند کر دوں گا۔ تاکہ جو کچھ پاس ہے۔ وہ تو تباہ ہونے سے بچ جائے۔

غرض تمام کام اعتماد پر چلتے ہیں۔ لوگ اپنے مفدمات میں دیکھ لیتے ہیں۔ اگر دیکھیں برا فائدہ نہ ہو۔ بلا شک ہو۔ کہ وہ دوسرے فریق سے مل جائیگا۔ تو پھر کون دیکھوں سے فائدہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

# مولوی محمد علی صاحب کی زبانی ایک تعلیم یافتہ نوجوان اسٹوڈنٹوں کو

مولوی محمد علی صاحب نے اپنے خطبہ جمعہ مندرجہ  
"پیغام صلح" ۸ مئی میں یہ دعویٰ کیا تھا۔

میں تو اس کا قائل ہوں۔ اور اسی کے نقش قدم  
پر چلنے کے لئے تیار ہوں۔ جس پر مسجد میں یہ اعتراض ہوتا ہے  
کہ اسے عمر تم نے کرتے کہاں سے بولایا۔ تمہیں بیت المال سے  
ایک چادر ملی تھی جو کڑتے کے لئے ناکافی تھی۔ جب تک تم  
اس کے متعلق ہمارا اطمینان نہ کرو گے۔ ہم تمہاری بات نہیں  
مانیں گے۔

اس پر ہم نے مولوی صاحب کی پارٹی کے ایک مفزر کن  
ملک محمد امین صاحب ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بنی کا ایک واقعہ  
پیش کر کے دریافت کیا تھا۔ کہ جب مولوی صاحب کو حضرت عمر  
ؓ کے نقش قدم پر چلنے کا اس قدر دعوے ہے۔ تو کیوں  
انہوں نے ملک صاحب کو اسی مسجد میں جس میں یہ دعویٰ  
کیا گیا تھا۔ تفریر کرنے سے جبراً روکا۔ اور ایسے اسٹوڈنٹوں  
طریق سے روکا۔ کہ ملک صاحب کو لکھنا پڑا۔

"مجھ کو ایسے بزرگ نے روکنے کی کوشش کی جو شہر  
اور آداب مجلس سے خوب واقف ہیں۔ اور جن سے ہم حضرت  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثالیں آئے دن سنتے رہتے ہیں۔"  
جناب مولوی صاحب ہمارے دریافت کرنے پر بھی  
مہربان ہی رہے۔ اور "پیغام صلح" نے بھی خاموشی رہنا مناسب  
سمجھا۔ البتہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے توجہ کی۔ مگر وہ  
بھی ادھر ادھر کی چند بے سرو پا باتیں لکھ کر اور اپنے "مولانا"  
کی "وسیع القلبی" کے ماگ گا کر چلے گئے۔ راگ و رنگ سے  
انہیں نظر تعلق ہی نہیں۔ لیکن کہنا پڑتا ہے۔ انہوں نے بہت  
بے سزاگ کیا۔ اور سچا کر کے بھی کیا۔ جبکہ صحیح اور  
اصل واقعہ کو چھپا لیتا ان کے بس کی بات ہی نہ تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے اس واقعہ کے متعلق جو کچھ لکھا۔ وہ یہ ہے  
"وہ (ملک محمد امین صاحب) ایک مذہبی مسئلہ کو زیر بحث لانا  
چاہتے تھے۔ جمعہ کے بعد مجلس منتظرہ کا اجلاس تھا۔ مولوی صاحب  
نے ملک صاحب کو یہی فرمایا کہ ایک لمبی بحث ہے۔ اور بار بار  
جماعت میں یہ مسئلہ زیر بحث آچکا ہے۔ اس کے لئے کوئی اور  
وقت مقرر کیجئے۔ اس وقت مجھے فرصت نہیں۔ میں مجلس میں  
جبار ہوں۔ اس کو ملک صاحب نے برامنا یا۔ اور اس پر ایک

رسالہ لکھ مارا۔ جس کے جواب میں بھی مولوی صاحب نے یہی  
فرمایا۔ کہ ملک صاحب کو غلط نہیں ہو گئی۔ میں نے روکا نہ تھا  
بلکہ اس مذہبی مسئلہ کو دوسرے کسی فرصت کے وقت زیر  
بحث لانے کو کہا تھا۔"

## لا علاج چھوڑنے کو چہرہ

کس سادگی سے اس معاملہ کو پیشا نے۔ اور کتنی معمولی بات  
ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن سوال یہ ہے۔ اگر اتنی ہی  
بات تھی۔ تو پیغام صلح کے ساتھ یہ واقعہ ہوا تھا۔ وہ کیوں  
اس وقت تک خاموشی اختیار کئے رہا۔ اور کیوں جناب  
ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسٹنٹ سرجن جنم کے سوائے  
حاضر الوقت لوگوں میں سے کوئی ایک بھی کچھ لکھنے کی جرأت  
نہ کر سکا۔ اس واقعہ کو بیان کرنے کے لئے "پیغام صلح" کو کسی  
"اسٹنٹ سرجن" کی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت نہ  
تھی۔ اور اگر ضرورت تھی بھی۔ تو پیغام بلڈنگس میں ڈاکٹر یعقوب  
صاحب اور ڈاکٹر محمد حسین صاحب موجود تھے۔ پھر اسٹنٹ  
سرجن جنم کے سوا کیوں ان میں سے کوئی اس بیوڑے کو  
چہرہ نہ دے سکا۔ اسی لئے کہ وہ اسے لا علاج سمجھتے تھے۔ مگر  
ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو مولوی محمد علی صاحب سے جو تعلق  
ہے۔ اس سے مجبور ہو کر انہوں نے اس میں ہاتھ ڈال دیا۔ ورنہ  
وہ بھی تیار نہ ہوتے۔

## "امیر ایدہ اللہ کی قدر"

ڈاکٹر صاحب کا بیان ہے۔ کہ ملک محمد امین صاحب ایک  
مذہبی مسئلہ کو زیر بحث لانا چاہتے تھے۔ مگر مولوی صاحب نے  
نہایت محبت اور پیار سے انہیں صرف یہ کہا کہ کوئی اور وقت  
مقرر کیجئے۔ اس وقت مجھے فرصت نہیں۔ میں مجلس میں جارہا  
ہوں۔ اتنی سی بات پر ملک صاحب نے برامنا یا۔ اور ایک  
رسالہ لکھ مارا۔"

ڈاکٹر صاحب نے تو یہ گفت مولوی محمد علی صاحب کی  
"وسیع القلبی" ثابت کرنے کے لئے گھڑی ہے۔ لیکن اس سے  
ظاہر یہ ہوتا ہے۔ کہ ملک محمد امین صاحب اپنے تعلیم یافتہ اصحاب  
کے نزدیک اپنے "امیر ایدہ اللہ" کی قدر پھوٹی کوڑھی تھی  
بھی نہیں ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی بات تھی۔ جس پر ملک صاحب نے  
اتنا برامنا یا۔ کہ "ایک رسالہ لکھ مارا" اور مذہبی مسئلہ جس کا نام  
لینے کی جرأت ڈاکٹر صاحب کو بھی نہیں ہوئی۔ غالباً کوئی ایسا  
مسئلہ ہو گا۔ جس پر بحث کرنا اسی وقت ضروری تھا۔ اور جس  
کے لئے کوئی اور وقت مقرر ہی نہ کیا جاسکتا۔ پھر ملک صاحب  
نے اپنے امیر کے اس نہایت معمولی سے ارشاد کو کیوں منظور  
کیا۔ اور کیوں لکھے اس عذر کو قابل قبول نہ سمجھا۔ کہ اس وقت مجھے  
فرصت نہیں۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے

کہ امیر ایدہ اللہ کی کچھ بھی وقعت نہیں سمجھی جاتی۔  
ملک محمد امین صاحب کے اخلاق پر حملہ  
پھر ڈاکٹر صاحب کے بیان کو درست تسلیم کرنے سے جہاں  
"لاہوریوں" میں مولوی محمد علی صاحب کی بے وقعتی کا پورا پورا  
ثبوت ملتا ہے۔ وہاں ملک محمد امین صاحب کے اخلاق پر بھی  
صاف حملہ نظر آتا ہے۔ گویا ڈاکٹر صاحب کے نزدیک ملک صاحب  
اتنے چھوٹے ہیں۔ کہ ایسے موقع پر بھی جبکہ "حضرت امیر ایدہ اللہ"  
خاص طور پر ان کے لئے اپنی "وسیع القلبی" کی نمائش کر رہے تھے  
اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب "آفرین ہے مولانا کی اس وسیع القلبی"  
پر گہراں کا دل بڑھا رہے تھے۔ انہوں نے "مولانا" کی نہایت  
محبت اور پیار کی باتوں پر برامنا یا۔ اور وہ بھی معمولی طور پر نہیں  
بلکہ اظہار ناراضگی کے لئے ایک رسالہ لکھ مارا۔ اس پر بھی مولوی  
صاحب نے صرف یہی فرمایا "کہ صرف ملک صاحب کو غلط نہیں  
ہو گئی۔ میں نے روکا نہ تھا۔ بلکہ اس مذہبی مسئلہ کو دوسرے کسی وقت  
کے وقت زیر بحث لانے کو کہا تھا" ایک ایم۔ اے۔ اور ایل۔ ایل۔  
بنی کے متعلق یہ کہنا کہ وہ روکنے اور دوسرے وقت زیر بحث  
لانے کے لئے لکھنے میں فرق نہ کر سکا۔ اور اسے غلط نہیں ہو گئی۔  
اس کی سمجھ اور عقل پر اتنا بڑا حملہ اور اس کی قابلیت اور علمیت  
کی اتنی بڑی ہتک ہے۔ کہ غیر تمدن انسان لے قطعاً برہنہ  
نہیں کر سکتا۔ لیکن ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو اس سے کیا عرض  
کہ ایک گریجویٹ اور وکالت کی اعلیٰ ڈگری یافتہ کے علم و عقل  
پر حرف آئے۔ وہ اخلاق سے گرا ہوا ثابت ہو۔ انہیں تو اپنے  
"حضرت مولانا" کی "وسیع القلبی" کا ثبوت دینا ہے۔

ڈاکٹر صاحب تو اس بات کے لئے سارا زور لگا چکے۔ ملک  
محمد امین صاحب ایم۔ اے کے علم و اخلاق کو بھی نہایت بدنام  
شکل میں پیش کر چکے۔ اور اپنے خیال میں انہوں نے ملک  
محمد امین صاحب کے "رسالہ لکھ مارنے" کا پورا بدلہ لے لیا  
لیکن انصاف کا یہ تقاضا ہے۔ کہ اس معاملہ کے متعلق ملک  
صاحب کا بیان بھی سن لیا جائے۔ اور جو کچھ لیا جائے۔ انہوں  
نے رسالہ میں کیا لکھا۔ جسے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے "لکھ مارا"  
کہا۔ اور ڈاکٹر صاحب کے بیان کی اس سے کہاں تک تصدیق  
ہوتی ہے۔

## ملک صاحب کا بیان

ملک صاحب اپنے رسالہ میں اپنے عزیزوں اور دوستوں  
کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔  
"مجھے افسوس ہے۔ کہ پچھلے جمعہ میں آپ لوگوں تک نہ باتیں  
داخل طور پر نہ ہونچا سکا۔ جو میں آپ صاحبان کے لئے نہایت  
ہی ضروری سمجھتا تھا۔ کوشش کی گئی۔ کہ مجھ کو جسمانی زور سے  
تقریر کرنے سے روک دیا جائے۔"

جب کسی بات کے متعلق غلطی کا احتمال کم ہو۔ اور صحت کا زیادہ۔ تو اس کیلئے ظن کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ لیکن عربی میں ایسے موقع پر استعمال کرتے ہیں۔ جہاں غلطی کا احتمال زیادہ ہو۔ اور صحت کا کم۔ تو یا ایھا الذین اصنوا اجتنبوا کثیرا من الظن کے یہ معنی ہونگے۔ کہ اسے مومنو بہت سے شکوک سے بچا کرو۔ کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں۔ جن کے بیس پہلوئی کے ہوتے ہیں۔ اور ایک پہلو برائی کا۔ اس پر پہلو کو چھوڑ دو۔ کیوں کہ اس لئے کہ ان بعض لظن اشترک بعض ظنون ایسے ہوتے ہیں۔ جو غلط ہوتے ہیں

**کئی نکات**

بیان کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ ہو سکتا ہے۔ ظنون میں سے بعض سچے بھی ہیں۔ لیکن چونکہ شک ہے۔ اور ان میں غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اس لئے ان سے بچو۔ کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو آپس میں مشابہت کے لفظوں سے معلوم ہوتی ہیں۔ اور ان میں غلطی کا شہہ ہوتا ہے۔ اور کئی ان میں سے غلط ہو جاتی ہے۔ بیسیوں کے ایسے ہیں جنہیں دلائل سے ثابت کیا جاتا تھا۔ مگر اب لوگ ان کو غلط قرار دیکر چھوڑ رہے ہیں۔ تو فرمایا ان بعض الظن اشترک وشبه دالی باتیں بعض دفعہ سچی بھی ہوتی ہیں۔ لیکن غلط بھی۔ اس لئے ان کو چھوڑ دینا چاہیے۔

**دوسرا نکتہ**

یہ بیان کیا جس سے شرعی مسائل کا حل ہوتا ہے۔ کہ ان بعض الظن اثم اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں کہا۔ کہ سارے ظن غلط ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ بعض ظن غلط ہوتے ہیں مگر فرماتا ہے۔ اجتنبوا کثیرا من الظن بہت سے ظنون سے بچو کیوں کہ ان میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں۔ جو غلط ہوتے ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ ظن سے بچو کیونکہ ظن تو یقین بھی ہوتا ہے۔ اور گمان غالب دالابھی۔ اس لئے فرمایا۔

**شک والے ظن سے بچو**

ان میں صحیح ظن بھی ہو سکتا ہے۔ مگر اکثر چونکہ غلط ہوتے ہیں اس لئے ان سے بچو۔ ہو سکتا ہے کہ ہم ایک چور کو چور سمجھ لیں۔ مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ کہ ایک بے گناہ کو چور سمجھ لیں۔ پس وہ ظن جس کے معنی شک کے ہیں۔ اس کے متعلق قاعدہ یہی ہے۔ کہ ایسے ظن خراب زیادہ ہوتے ہیں۔ اس سے یہہ نکتہ معلوم ہوا۔ کہ جس چیز سے منع کیا جائے۔ ضروری نہیں کہ اس کی وجہ سے

**بہر فرد میں خرابی**

پیدا ہو۔ بلکہ عام کو دیکھا جاتا ہے۔ اس کی موٹی مثال شراب کی ہے۔ اس پر بعض لوگ قبضہ پالیتے ہیں۔ وہ اس میں اس قدر

ہیں بڑھتے۔ کہ ان کی صحت۔ یا ان کے جذبات اور احساسات کو اس سے نقصان پہنچے۔ لیکن ایسے بھی ہوتے ہیں۔ اور کثرت سے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو اس سے نقصان اٹھاتے ہیں۔ اس لئے ان کی کثرت کو دیکھ کر اسلام نے شراب کو قطعاً طور پر حرام کر دیا۔ پس کئی مسائل ایسے ہیں۔ کہ بعض لوگ نکل سکتے ہیں۔ جو ان پر عمل کر کے گناہ میں مبتلا نہ ہوں۔ لیکن اکثر گناہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اس لئے ان کی کثرت کو مد نظر رکھ کر قلیں کو نظر انداز کر دیا گیا۔ اور

**سب کے لئے ایک قانون**

بنا دیا۔ اب یہ جو اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اسلام نے شراب کو حرام قرار دیا ہے۔ مگر فلاں شخص شراب پینا ہے۔ اس پر اس کا کوئی مضرت نہیں ہوتا۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کا جواب یہی ہے۔ کہ ضروری نہیں شراب ہر ایک کے لئے مضرت دیکھنا یہ ہے۔ کہ اکثر پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔ اگر اکثر کے لئے مضرت ثابت ہوتی ہے۔ تو اس کی

**مانعت کی بنیاد**

کثرت پر رکھینگے۔ اور کثیر کو بچانے کے لئے بعض کو کہیں گے۔ کہ تم بھی اپنی آزادی قربان کر دو۔ تاکہ ساری قوم تباہ نہ ہو۔

**تیسرا نکتہ**

یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تمدن کا قیام اسی مسئلہ پر ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان بعض الظن اثم۔ بعض ظن ایسے ہوتے ہیں۔ جو تعلقات کو خراب کر دیتے ہیں۔ فتنہ و فساد مچا دیتے ہیں۔ ان سے بچنا چاہیے۔ یہ

**تمدن کے قیام کا بہت بڑا اگر**

ہے۔ جو مسلمانوں میں سے مفقود ہو گیا ہے۔ وہ یقین کے مقابلہ میں شک کو ترجیح دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلام کا حکم یہ ہے۔ کہ شکوک کے پیچھے نہ پڑو۔ اگر تم کسی ایک کے لئے شکوک کا دروازہ کھولو گے۔ تو پھر سب کیلئے کھل جائیگا۔ اور اس طرح تمدن تباہ ہو جائیگا۔ کوئی وجہ نہیں کہ میں زید پر بظنی کر دوں۔ اور وہ مجھ پر نہ کرے۔ اور پھر کوئی وجہ نہیں کہ زید کے معاملہ میں بظنی کر دوں۔ مگر دوسروں کے متعلق نہ کر دوں۔ سورہ نور میں خدا تعالیٰ نے

**برائی سے بچنے کے لئے**

اور رنگ میں ارشاد فرماتا ہے۔ فرماتا ہے۔ لا اذ سمعتموا الظن المؤمنون والمؤمنات بانفسہم خیرا و قالوا ہذا انکس مبلین۔ جب تم نے فلاں بات سنی تھی۔ تو مومن مرد اور عورتوں نے اپنے متعلق کیوں نیک گمان نہ کیا۔ حالانکہ جنہوں نے وہ بات سنی تھی۔ اپنے متعلق نہ سنی تھی۔ بلکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق سنی تھی۔ مگر خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ اپنے متعلق انہوں نے کیوں نہ نیک ظن کیا۔

اس پر وہ کہہ سکتے تھے۔ کہ ہم نے اپنے متعلق تو کوئی بول نہیں کیا۔ ہم نے تو عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق کیا۔ مگر اس طرح ان کو یہ بتایا گیا ہے۔ کہ کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق تم ایسا ظن کر اور تمہارے متعلق نہ کیا جائے۔ جب تم اپنے میں سے ایک پر بظنی کرتے ہو۔ تو سب کے لئے یہ رستہ کھولتے ہو۔ اور یہ رستہ کھل جائے تو پھر اتحاد کیمز کر ہو سکتا ہے۔

پس یہ خیال کرنا۔ کہ فلاں کے متعلق یہ بات ہے۔ ہمارا اس سے کیا نقصان ہے۔ غلط ہے۔ جب ایک کیلئے یہ رستہ کھول دیا گیا۔ تو پھر سب کے لئے کھلیگا۔ اور جب سب کیلئے کھلیگا۔ تو اس طرح قوم تباہ ہو جائیگی۔ وجہ یہ کہ انسان میں

**نقالی کی عادت**

پائی جاتی ہے۔ اور بڑے بڑے ماہر کہتے ہیں۔ ہر ڈانسٹنٹ سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ یہ اصطلاح بھڑکی عادت سے ہی نکلی ہے۔ جہاں سے بھڑکیں گزر رہی ہوں۔ وہاں اگر ان کے راستہ میں رسی باندھ دی جائے اور ایک بھڑکیں سے گزر کر دے۔ تو باقی سب بھڑکیں کو گزر دینگی۔ اور اگر رسی ہٹائی جائے تو بھی اس جگہ سے گزرنے والی بھڑکیں وہاں آکر گزر دینگی۔ اس وجہ سے ہر ڈانسٹنٹ کہا جاتا ہے۔ یہ بات انسانوں میں سب سے زیادہ پائی جاتی ہے۔ ایک روجھلتی ہے اس میں سب سے پہلے جاتے ہیں۔ کیونکہ انسان میں

**سب سے قوی جذبہ**

یہی ہے۔ کہ وہ جو کچھ دیکھتا ہے۔ اس کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ اس جذبہ کے ماتحت جب لوگ دیکھیں گے۔ کہ اس قسم کے افسران بھی کئے جاتے ہیں۔ تو اور لوگ بھی کریں گے۔ پھر دوسرے پر یہی پورا اعتراض کئے جائیں گے۔ اور اس طرح اعتماد اور بھڑکی ہٹ جائیگا۔

**دنیا کے تمام کاموں کی بنیاد**

اعتماد پر ہی ہے۔ میں نے اڑے بڑے تاجروں کی کتابیں پڑھی ہیں وہ لکھتے ہیں۔ تجارت کی کامیابی کا سارا انحصار اعتماد پر ہوتا ہے۔ ایک بہت بڑا تاجر لکھتا ہے۔ جس دن میں سمجھو لگا تو کروا تداہی سے کام نہیں کرتے۔ اسی دن تجارت بند کر دوں گا کیونکہ تجارت اعتماد کے بغیر نہیں چل سکتی۔ اگر لوگوں پر میں اعتماد نہیں کروں گا۔ تو وہ بھی مجھ پر اعتماد نہ کریں گے۔ اور اس طرح تجارتی کاروبار تباہ ہونا شروع ہو جائیگا۔ اس لئے جب میں دیکھوں گا۔ کہ باہمی اعتماد نہیں رہا۔ تو تجارت بند کر دوں گا۔ تاکہ جو کچھ پاس ہے۔ وہ تو تباہ ہونے سے بچ جائے۔

غرض تمام کام اعتماد پر چلتے ہیں۔ لوگ اپنے مقدمات میں دیکھیں کرتے ہیں۔ اگر دیکھیں برا قہما نہ ہو۔ بلکہ شک ہو۔ کہ وہ دوسرے فریق سے مل جائیگا۔ تو پھر کون دیکھوں سے فائدہ